احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

اگست 2019ء

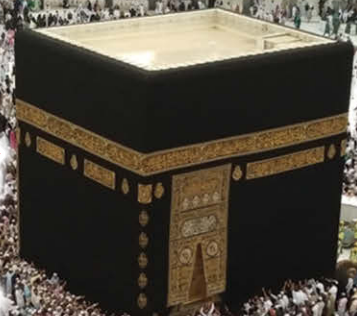

عشرہ ذوالحجہ اور حج
فضیلت و اہمیت

قربانی کے مقاصد اور معیارِ قبولیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

پیکرِ نور و حیا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

نظریۂ پاکستان کا اسلامی اور روحانی پس منظر

ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

"عدنان جاوید امانت و دیانت کا پیکر تھے"

اندرون و بیرون ملک تنظیمات اور مختلف شخصیات کا اظہار تعزیت

جون کے مہینے سے جڑی تلخ یادیں

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم محمد عدنان جاوید کی نماز جنازہ کی امامت کرتے ہوئے۔ (مرحوم کا آخری دیدار)

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم محمد عدنان جاوید کی تدفین کے بعد دعا مانگتے ہوئے۔ (آخری آرام گاہ)

محترم محمد عدنان جاوید کی رسم قل خوانی کی تقریب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری اظہار خیال فرما رہے ہیں۔

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیرِ سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

زیرِ نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

جلد: 33 / شمارہ: 8 | ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ | اگست 2019ء

چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصر اللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، علامہ شہزاد مجددی، محمد افضل قادری

حسن ترتیب

(اداریہ) جون کے مہینے سے جڑی تلخ یادیں اور عدنان جاوید	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: قربانی کے مقاصد اور معیارِ قبولیت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
الفقہ: عشرہ ذوالحجہ اور حج کی فضیلت و اہمیت	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	13
پیکرِ نور و حیا۔۔ حضرت عثمان بن عفانؓ	ڈاکٹر محمد زوہیر احمد صدیقی	17
نظریۂ پاکستان کا اسلامی اور روحانی پسِ منظر	ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی	22
محترم عدنان جاوید کا انتقالِ پُر ملال	قاضی فیض الاسلام	26
شیخ الاسلام اور مرکزی قائدین کا عدنان جاوید کو خراجِ عقیدت	خصوصی رپورٹ	28
ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں	ڈاکٹر محمد نعیم انور نعمانی	35
رپورٹ: عرس مبارک حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ	علامہ عبدالقدیر قادری	39

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم | گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری | عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس و سالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطیٰ جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

لائقِ حمد بھی ثنا بھی تو
میرا معبود بھی خدا بھی تو

تیرے اسرار کون جان سکے
سب میں موجود اور جُدا بھی تو

بے نواؤں کی آخری امید
بے سہاروں کا آسرا بھی تو

التجا سب ترے حضور کریں
سب کی سنتا رہے دعا بھی تو

تو ہی سب سے بڑا مسیحا ہے
سب مریضوں کو دے شفا بھی تو

جو نہ کوئی بھی جانے تو جانے
آرزو تو ہے اور رضا بھی تو

ترے در کے سبھی سوالی ہیں
اور ظہوریؔ کی ہے صدا بھی تو

(محمد علی ظہوریؒ)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ذرے اس خاک کے تابندہ ستارے ہوں گے
جس جگہ آپؐ نے نعلین اتارے ہوں گے

بوئے گل اس لئے پھرتی ہے چھپائے چہرہ
گیسو سرکارِ دو عالمؐ نے سنوارے ہوں گے

اس طرف بارشِ انوار مسلسل ہوگی
جس طرف چشمِ محمدؐ کے اشارے ہوں گے

ہم بھی پہنچیں گے شہِ ارض و سما کے در پر
اوج پر جب بھی کبھی بخت ہمارے ہوں گے

ارضِ طیبہ تجھے دیکھے کوئی بادیدۂ دل
سُو بہ سُو رحمتِ عالمؐ کے نظارے ہوں گے

ایک میں کیا مرے شاہا کہ شہنشاہوں کے
تیرے ٹکڑوں پہ شب و روز گزارے ہوں گے

لوگ تو حسنِ عمل لے کے چلے روزِ حساب
سرورا ہم تو فقط تیرے سہارے ہوں گے

اٹھ گئی جب تری جانب وہ کرم بار نظر
اس گھڑی قطبؔ ترے وارے نیارے ہوں گے

(خواجہ غلام قطب الدین فریدی)

اداریہ

جون کے مہینے سے جُڑی تلخ یادیں اور عدنان جاوید

بعض واقعات کے تناظر میں جون کا مہینہ تحریک منہاج القرآن کے لیے کڑی آزمائش کا مہینہ بن چکا ہے۔ اس مہینے سے جڑے ہوئے کچھ تکلیف دہ واقعات و حادثات کے ضمن میں قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اورتحریک کے ذمہ داران و کارکنان نے بہت دکھ سہے۔ ان دکھوں میں ایک اضافہ عدنان جاوید مرحوم کی ناگہانی وفات کی صورت میں ہوا۔ 30 جون کے دن عدنان جاوید داغ مفارقت دے گئے ۔ان کی ناگہانی وفات نے تحریک سے وابستہ ہر کارکن اور عہدیدار کو اشکبار اور غمزدہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ مشن کے سرمایہ اور اپنے اخلاق اور محنت شاقہ سے دلوں پر انمٹ نقوش چھوڑنے والے ہمارے بھائی عدنان جاوید کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کے باغات میں سے ایک باغ بنائے۔

جون کے مہینے میں شیخ المشائخ، دنیائے ولایت کے آفتابِ درخشاں، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے پیر طریقت اور تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست قدوۃ اولالیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی القادری البغدادیؒ اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئے۔ ان کے وصال کا دکھ بھی جون کے مہینے کی تلخ یادوں سے جڑا ہوا ہے۔ آپؒ 7 جون کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور اندرون و بیرون ملک لاکھوں عقیدت مندوں کو غمزدہ چھوڑ گئے۔

جون کے مہینے میں سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا ہوا اور 17 جون کے دن وقت کے فرعون صفت حکمرانوں نے ہم سے ہمارے بھائی اور بہنیں چھین لیں۔ خدا گواہ ہے کہ 5 سال گزر جانے کے بعد بھی ہم شہید بھائیوں اور بہنوں کے غم سے باہر نہیں نکل سکے اور آج بھی ہمارے ہاتھ شہیدوں کے درجات کی بلندی اور انصاف کے لیے ایستادہ ہیں۔ تحریک کے لاکھوں کارکنان، ذمہ داران اور قائد تحریک اس دکھ اور غم سے باہر نہیں نکل سکے۔ جون کے مہینے میں ہی عدنان جاوید اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ایسی ہی کیفیت کو ایک شاعر نے اس انداز سے بیان کیا ہے:

”یہ پھر کس نے ہم سے لہو کا خراج مانگا۔۔۔۔ ابھی تو سوئے تھے مقتل کو سرخرو کر کے“

کل نفس ذائقة الموت کے مصداق جو ذی نفس بھی اس جہانِ ناپائیدار میں آیا ہے اس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ علم، حلم اور صاحبِ تقویٰ اس ربانی فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیتا ہے اور ہمیشہ اس بزرگ و برتر کے رحم اور رحمت کے طلبگار رہتا ہے۔ عدنان جاویدؒ کی مختصر زندگی کے دن بھی قابلِ رشک تھے اور ان کی موت بھی قابلِ رشک ہے کہ ان کے شیخ، ان کے مربی ان کی بخشش اور درجات کی بلندی کیلئے نمناک آنکھوں کے ساتھ دست بہ دعا تھے۔ شیخ کے خراج تحسین پر مبنی بہترین الفاظ ان کے جسد پاک اور لحد پر پھولوں کی طرح نچھاور ہورہے تھے۔ یہ وہ لمحات تھے کہ ایک طرف عدنان جاویدؒ کے سفر آخرت پر آنکھیں اور دل رو رہے تھے اور دوسری طرف اس پر رشک آ رہا تھا کہ اس نے اپنے حسن عمل، امانت و دیانت اور کردار سے اپنے شیخ کا دل جیت لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عدنان جاویدؒ کے کردار کے مطابق اپنے کردار کو ڈھالنے کی توفیق دے کہ ہم بھی اپنے قائد کی بے پناہ اور والہانہ محبتوں اور دعاؤں کے مستحق ٹھہر سکیں۔ اللہ تعالیٰ قدوۃ

اولالیاء حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی القادری البغدادیؒ کی طاہر و مطہر روح کے وسیلے سے شہدائے ماڈل ٹاؤن اور عدنان جاویدؒ پر اپنی رحمتوں کی بارش کا نزول فرمائے اور منہاج القرآن، قائد منہاج القرآن اور اس عظیم تحریک سے وابستہ اندرون و بیرون ملک مقیم ہزاروں، لاکھوں نفوس کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔

ہم دنیا میں رہتے ہوئے جتنی دیر بھی زندہ رہیں آخر ایک دن اس فانی جہان سے رخصت ہونا ہے۔ موت میراثِ آدم ہے جو اولادِ آدم میں تقسیم ہوتی رہے گی۔ زندگی کو بامقصد بسر کرنا اور موت کے بعد زندہ لوگوں میں شمار ہونا ہر شخص کی تقدیر میں نہیں۔ اعلیٰ مقصدِ حیات کو پیش نظر رکھنے والے ہر لمحہ زندگی کی قدر و قیمت کا حساب رکھتے ہیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لینے اور انسانیت کی خدمت بجا لانے کی فکر میں رہنا ان کے حسن و جمال میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ عدنان جاویدؒ نے خوشبو کی طرح رختِ سفر باندھا، ان کے بعد مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن میں یوں لگتا ہے کہ جیسے در و دیوار پر اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔ بہت کم خوش نصیب ایسے ہوں گے جن کو مرنے کے بعد ایسی محبت ملی۔ عدنان جاویدؒ کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہوتا ہے جنہیں ہمیشہ ان کے حسنِ عمل، حسنِ کردار اور بہترین گفتار کے سبب سے ہمیشہ یاد رکھا جائیگا۔

عدنان جاویدؒ کی شخصیت اور تربیت کے اثرات ان کے زیرِ سایہ منہاج القرآن ڈائریکٹوریٹ آف فنانس میں کام کرنے والے تمام نوجوانوں میں نظر آتے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ان کے اس عمل کو انتہائی خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اس حد تک فنا فی المشن تھے کہ انہوں نے اپنے ساتھ ایک پوری ٹیم کو تیار کیا اور کوئی کام خفیہ رہنے دیا اور نہ ادھورا۔ زندگی کی آخری سانسوں تک وہ مشن کا کام انجام دیتے رہے اور ذمہ داریاں تفویض کرتے رہے۔ یہ شان اور یہ کردار برگزیدہ اور مخلص بندوں کا ہوتا ہے جو اپنی ذات کو تحریک یا مشن کے مفاد پر غالب نہیں آنے دیتے۔ عدنان جاویدؒ کی قبر سے بھی محبت اور انسان دوستی کی خوشبو آتی رہے گی۔

عدنان جاویدؒ نے اہم ترین اور حساس ترین ذمہ داری پر ہونے کے باوجود اپنے دفتر میں آنے والے کسی بھی شخص کو مایوس نہیں لوٹنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ مرکز میں کام کرنے والے ہر سطح کے فرد کی آنکھ عدنان جاویدؒ کی ناگہانی وفات پر اشکبار تھی اور اس کے ہاتھ اللہ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ساتھ اٹھے ہوئے تھے۔ عدنان جاویدؒ خوش مزاج، خوش گفتار اور حاضر دماغ شخصیت کے مالک تھے۔ وہ کسی کی غیبت سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ کام میں روڑے اٹکانے کی بجائے آسان راستے تلاش کرتے تھے۔ بہت سارے لوگوں کو ان کی نماز جنازہ پر اس بات کا علم ہوا کہ وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بھانجے تھے مگر انہوں نے اس نسبت کو کبھی بھی اپنے منصب کے لیے ڈھال نہیں بنایا۔ ایک پروفیشنل کے طور پر 24 گھنٹے مشن کی خدمت پر مامور رہے۔

آج عدنان جاویدؒ کے لیے اندرون و بیرون ملک کی تنظیمات بخشش اور درجات کی بلندی کے لیے دعا گو ہیں، پوری دنیا میں قائم منہاج القرآن کے اسلامک سنٹرز میں ان کے لیے تعزیتی ریفرنسز منعقد ہو رہے ہیں اور ان کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ہم سب کے لیے ایک بہت بڑا پیغام ہے کہ اصل زندگی جو موت کے بعد شروع ہوتی ہے، اسے شاندار یادوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اپنے کردار کو بلند تر کرنا ہوگا۔ جب انسان ذات اور مفاد کی نفی کرتا ہے اور اپنی لو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لگالیتا ہے تو پھر اللہ بھی اسے حیاتِ جاوداں سے ہمکنار کر دیتا ہے اور اچھائی کے ساتھ اس کے ذکر کو زندہ کر دیتا ہے۔ ماہنامہ منہاج القرآن کی طرف سے عدنان جاویدؒ کے اہل خانہ اور جملہ سوگواران سے ہم دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی بخشش و بلندیٔ درجات کے لیے دعا گو ہیں۔ (چیف ایڈیٹر)

القرآن

قربانی کے مقاصد اور معیارِ قبولیت

قربانی نفس میں غنا اور بے نیازی پیدا کرنے کا نام ہے

رضائے الٰہی کے حصول کے لیے دی جانے والی قربانی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و فکری خصوصی خطاب

ترتیب وتدوین: محمد یوسف منہاجین / معاون: محبوب حسین

ذبح اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ انسانی تاریخ کا ایسا بے مثال اور شاندار باب ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں بڑے اہتمام سے کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ہمارے لئے قربان کردیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى.

(الصافات، ۳۷: ۱۰۲)

’’اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟‘‘

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فیضانِ نبوت کے طفیل فہم وشعور کی بلند سطح عطا کر رکھی تھی۔ آپ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے ذبح نہ کریں بلکہ آپ علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ بھی پیغمبرانہ بصیرت کا حامل تھا۔ قرآن حکیم نے آپ علیہ السلام کے اس جواب کو بھی ابدی شان عطا فرماتے ہوئے اپنے دامن میں جگہ دی۔ عرض کرنے لگے:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ. (الصافات، ۳۷: ۱۰۲)

’’ابّا جان! وہ کام (فوراً) کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔‘‘

آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابا جان آپ نے تو خواب دیکھا ہے، خواب کی تعبیر کچھ بھی ہوسکتی ہے۔ آپ اگرچہ بچے تھے لیکن اتنا جانتے تھے کہ نبی کا خواب عام خواب نہیں ہوتا بلکہ وحی ہوتی ہے۔ ثانیاً یہ جواب اس خیال سے بھی دیا کہ ایسا نہ ہو کہ انسانی اور بشری تقاضوں کی بناء پر شفقتِ پدری غالب آئے اور بیٹے کی گردن پر چھری چلتے چلتے ہاتھ لرز جائیں، اس لئے بحیثیت بیٹا عرض کیا:

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ○

’’اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔‘‘ (الصافات، ۳۷: ۱۰۲)

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے صبر کے عمل کو بھی اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی توفیق قرار دیا۔ یہی وہ آدابِ گفتگو تھے جن کا تصور بھی عام انسان سے نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ اقبال نے اسی لئے فرمایا:

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی؟

جب ذبح ہونے والا صبر کا مظاہرہ کر رہا ہو تو لامحالہ ذبح کرنے والے کا صبر بھی دیدنی ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نیت سے منیٰ کی طرف لے کر چل پڑے۔ راستے میں شیطان نے بارہا ورغلانے کے جتن کیے لیکن آپ علیہ السلام کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔ باپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بیٹے کی گردن پر چھری رکھی۔ یہی وہ تاریخی لمحہ تھا جس کو اللہ رب العزت کی ذات اور قدسیانِ فلک دیکھ رہے تھے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور باپ بیٹا دونوں محبت الٰہی کے اس بہت بڑے امتحان میں عشاقانِ جہاں کی نمائندگی کرتے ہوئے شاندار کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو

مینڈھے کی قربانی سے بدل دیا۔ جنت سے ایک مینڈھا لایا گیا جسے راہِ خدا میں قربان کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَفَدَیْنٰـهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ. وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ.

’’اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اِس کا فدیہ کردیا۔ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر برقرار رکھا۔‘‘ (الصافات، ۳۷: ۱۰۷، ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ نے اس ذبحِ عظیم کے فدیے کے طور پر دی گئی مینڈھے کی قربانی کو قبولیت کا وہ درجہ عطا کیا کہ اس مثال کو آئندہ آنے والی ملتِ اسلامیہ کے اندر ایک عظیم اسلامی شعار کے طور پر قائم رکھا۔ قربانی کی رسم کو دین کا اہم رکن بنانے کے لئے ایسے نبی اور ایسی امت کو منتخب فرمایا جو ہر نبی اور ہر امت سے عظیم اور قیامت تک قائم رہنے والی تھی تاکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس عظیم یادگار کو قیامت تک ہر سال دس ذوالحج کو تازہ کرتے رہیں۔

مقاصد قربانی

مومن کی پوری زندگی اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کی تگ و دو سے عبارت ہے۔ اسلام نے ان مقاصد کی تکمیل کے شرعی اصول وضع کئے تاکہ انسان بطریقِ احسن اپنے مقاصد میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ قربانی ایک عظیم الشان عمل ہے۔ اس کا مقصد صرف ایک جانور قربان کر دینا ہی نہیں بلکہ نفس میں غنا، بے نیازی کی کیفیت پیدا کرنا اور بڑے سے بڑے ایثار کے لئے تیار ہونا ہے۔ دیگر مذاہب میں بھی اگرچہ قربانی مروج تھی لیکن اسلام نے قربانی کے جو مقاصد بیان کئے ہیں وہ حیاتِ انسانی میں ایک انقلاب بپا کر دیتے ہیں۔ درج ذیل نکات میں ان کو زیر بحث لایا جاتا ہے:

ا۔ سنتِ ابراہیمی علیہ السلام کا اِحیاء

قربانی کا عمل وہ سنتِ ابراہیمی علیہ السلام ہے جسے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یادگار کی صورت میں قیامت تک کے لئے محفوظ کر لیا گیا ہے اور امتِ مسلمہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے عملی صورت میں اس کا مظاہرہ کرتی رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا. (الحج، ۲۲: ۳۴)

’’اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کر دی ہے‘‘

اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فعل اس قدر پسند آیا کہ امت مسلمہ کے لیے اس کی تقلید کو عبادت قرار دے دیا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

’’یا رسول اللہ! یہ قربانی کیا شے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے باپ ابراہیم ں کی سنت ہے۔ صحابہ ث نے عرض کیا: اس قربانی سے ہمیں کیا ثواب ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ صحابہ ث نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر مینڈھا ہو تو بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بِكُلِّ شَعَرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ.

(ابن ماجہ، السنن، کتاب الأضاحی، رقم: ۳۱۲۷۔)

’’تب بھی اس کی اون کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔‘‘

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

أَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْءَيْنِ فَذَبَحَ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ لِمَنْ شَهِدَ لِلّٰهِ بِالتَّوْحِيْدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَذَبَحَ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَعَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وآله وسلم.

(ابن ماجه، كتاب الأضاحي، رقم: ۳۱۲۲)

’’حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو مینڈھے خریدتے جو موٹے تازے، سینگوں والے، کالے اور سیاہ دھاری دار ہوتے۔ ایک اپنی امت کی جانب سے ذبح کرتے جو بھی اللہ کو ایک مانتا ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا قائل ہو اور دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ذبح فرماتے۔‘‘

پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی، اپنے اہل بیت اور قیامت تک آنے والی اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کی۔ یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے احیاء اور یادگار کے طور پر اللہ رب العزت کی طرف سے عطا ہوا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد اپنی اور میری طرف سے قربانی کرنا جس پر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تادمِ وصال عمل کیا۔ (سنن ابی

داؤد، کتاب الضحایا، باب الاضحیۃ عن المیت، ۳:۴، رقم: ۲۷۹۰)

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے افعال کی تقلید کرنے سے نہ صرف اُن کے اعمال کی یاد زندہ رہتی ہے بلکہ نیک عمل کا جذبہ بھی بیدار ہوتا ہے۔ سنتِ ابراہیمی علیہ السلام پر کاربند رہنے کا عمل امتِ مسلمہ کو یہ یاد کراتا ہے کہ جس طرح امت آج اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عمل کو زندہ رکھنے کے لیے جانور قربان کرتی ہے اسی طرح اس خون کو گواہ بنا کر یہ وعدہ کرے کہ دین کی سربلندی کے لئے جان کی قربانی کا نذرانہ پیش کرنا پڑا تو بھی دریغ نہیں کرے گی۔ یہ ذہن نشین رہے کہ اگر قربانی کے اندر یہ روح کارفرما نہ ہو تو قربانی اپنے تقاضوں اور مقاصد کو حاصل نہیں کرسکتی۔

۲۔ رضائے الٰہی کا حصول

ہر عمل انسانی شخصیت، نفس اور قلب و باطن پر خاص اثرات مرتب کرتا ہے لیکن کچھ اعمال ایسے ہوتے ہیں جن سے خاص اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ قربانی بھی انہی اعمال میں سے ہے۔ وہی قربانی اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول ہوتی ہے جس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود و مدعا بھی یہی تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ. (الحج، ۲۲: ۳۷)

’’ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے‘‘

یہی وجہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لئے دی جانے والی قربانی کے خون کا قطرہ ابھی زمین پر نہیں گرتا کہ اللہ کی بارگاہ سے شرف قبولیت کا پروانہ جاری ہو جاتا ہے اور بندے کو بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی وہ شان عطا ہوتی ہے جس کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ أَحَبُّ إِلَی اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَیَأْتِي یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَإِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ یَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِیبُوا بِهَا نَفْسًا.

(ترمذی، أبواب الأضاحي عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء في فضل الأضحية، ۳: ۱۵۹، رقم: ۱۴۹۳)

’’قربانی کے دن اللہ کو خون بہانے سے زیادہ بندے کا کوئی عمل محبوب نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا۔ (اور قربانی کے جانور کا) خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک بلند درجہ حاصل کر لیتا ہے تو تمہیں اپنی قربانی سے مسرور ہونا چاہیے۔‘‘

۳۔ ایثار وقربانی کا جذبہ

ایثار کا معنی ہے کہ انسان کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت ہو لیکن اس کے باوجود کسی دوسرے ضرورت مند انسان کو وہ چیز دے۔ تاریخِ اسلام ایثار و قربانی کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ مومن کی ان ہی صفات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ.

’’اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو۔‘‘ (الحشر، ۵۹: ۹)

ہماری عبادات بھی ہمیں ایثار وقربانی کا درس دیتی ہیں۔ نماز خواہشِ نفس کی قربانی، زکوٰۃ مالی ایثار، جہاد جانی قربانی اور حج وعمرہ ہمیں مالی و جانی ہر دوطرح کے ایثار کا درس دیتے ہیں لیکن محبت کی اصطلاح میں ان سب عبادات کا مقصود اپنی محبوب ترین چیز کو اپنی محبوب ترین ذات کے طلب کرنے پر اس کے سپرد کر دینا ہے۔

مشیتِ ایزدی اور رضائے الٰہی کی خاطر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔ اپنی محبوب ترین چیز دوسرے کو دینے کا جذبہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک اس سے بے پناہ محبت نہ ہو جس کے سپرد چیز کی جا رہی ہے۔ قربانی کا یہ جذبہ خود سپردگی اور تسلیم و رضا سے پیدا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے عشق تھا اس لئے مشکل امتحان سے آسانی سے گزر گئے۔

عید کے دن مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی

پیروی میں جانور قربان کر کے وہ جذبہ ایمانی اپنے دلوں میں تازہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر اللہ کی رضا کے لئے ہمیں جانور تو کیا جانوں کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔

گویا قربانی کا اصل مدعا مسلمان کے اندر جذبۂ ایثار اجاگر کرنا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر شے قربان کرنے کے لئے مستعد ہو جائیں اور بڑی سے بڑی قربانی دینے میں تساہل اور تردّد نہ کریں۔ عید الاضحیٰ کے دن اس خیال کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جذبہ قربانی کسی صورت ماند نہ پڑے اور ہم میں اتنی جرات و ہمت ہونی چاہئے کہ اگر دین، قوم، ملک اور معاشرہ بھی ہم سے قربانی مانگے تو ہم پیچھے نہ ہٹیں اور ہر قسم کی قربانی پیش کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

۴۔ ہدیہ تشکر اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ

عید الاضحیٰ کے روز قربانی کا ایک بڑا مقصد بارگاہِ رب العزت میں ہدیہ تشکر پیش کرنا بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ مینڈھے کی قربانی قبول فرما کر انسانیت کو زندگی کی عظیم نعمت سے نوازا۔ یوں قربانی کے لیے انسانوں کی بجائے جانوروں کی قربانی کو قیامت تک کے لئے ملتِ ابراہیمی کے لیے لازم قرار دے کر بنی نوعِ انسانی پر بے پایاں احسان فرمایا۔

دستورِ زمانہ ہے کہ کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو محسن کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جس سے محسن خوش ہوکر مزید نوازتا ہے۔ اظہارِ شکر مزید انعام و اکرام کا ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں انسان کی اپنی زندگی بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں سے عبارت ہے۔ لا تعداد نعمتیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ محسنِ حقیقی کا اس طرح سے شکر ادا کیا جائے کہ زندگی مکمل طور پر سراپا تشکر بن جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ. (البقرۃ، ۲:۱۵۲)

''اور میرا شکر ادا کیا کرو اور میری ناشکری نہ کیا کرو۔''

علامہ کاسانی قربانی کو شکرانۂ حیات قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلَّذِي يَجِبُ عَلَى الْغَنِيِّ دُوْنَ الْفَقِيْرِ ...... بَلْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ الْحَيَاةِ. (کاسانی، بدائع الصنائع، کتاب التضحیۃ، ۵: ۶۲)

''(قربانی) جو دولت مند پر واجب ہے، فقیر پر واجب نہیں (اس کا وجوب دراصل) نعمتِ زندگی کا شکر ادا کرنے کے لئے ہے۔''

زندگی جیسی عظیم نعمت کا شکر اسی صورت میں کما حقہ ادا ہو سکتا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو اسے رضائے الٰہی کے لئے قربان کر دیا جائے۔

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

علاوہ ازیں دس ذوی الحجہ کو ادا کیا جانے والا عملِ قربانی گناہوں کی بخشش کا بھی ذریعہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا فَاطِمَةُ! قُوْمِي إِلَى أُضْحِيَّتِكِ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّ لَكِ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا يُغْفَرُ لَكِ مَاسَلَفَ مِنْ ذُنُوْبِكِ.

(حاکم، المستدرک، کتاب الأضاحی، ۴: ۲۴۷، رقم: ۷۵۲۵)

''(اے فاطمہ) اٹھو اور اپنی قربانی ادا ہوتے دیکھو۔ بے شک (جانور) کے خون کا پہلا قطرہ بہتے ہی تمہارے تمام سابقہ گناہ بخش دیئے جائیں گے۔''

معلوم ہوا کہ قربانی سابقہ گناہوں کی بخشش، درجات کی بلندی اور روز قیامت فلاح ونجات کا مؤثر ترین وسیلہ ہے۔

قربانی کی روح

قربانی کا عمل صرف جانور ذبح کرنے پر موقوف نہیں بلکہ قربانی یہ ہے کہ اپنی جان و مال، عزت و آبرو، راحت و آرام، سکون و اطمینان، خواہشاتِ نفسانی اور جو کچھ انسان دنیاوی زندگی میں چاہتا ہے، اُسے رضائے الٰہی کے لئے قربان کر دے۔ اس سلسلے میں قربانی کی اہم اقسام درج ذیل ہیں:

۱۔ جان کی قربانی

جان کی قربانی سے مراد ہے زندگی کے تمام معاملات اور امور کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دینا۔ حضرت انس بن

مالک ﷛ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ وَأَهْلِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

(نسائی، السنن، کتاب الإیمان و شرائعة، باب علامة الأیمان، ۸: ۸۳، رقم:۵۰۱۴)

''تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھ کو اپنے مال، اہل وعیال اور تمام انسانوں سے زیادہ نہ چاہے۔''

جان کی قربانی حقیقت میں یہ ہے کہ سب کچھ اس طرح اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے جیسے مردہ غسال کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو مردے کی کوئی خواہش اور حرکات و سکنات نہیں رہتی، اب غسال اسے جس طرح چاہے پلٹے، سیدھا کرے، دائیں کرے، بائیں کرے، پیٹ کے بل لٹا دے یا کمر کے بل، بندہ اب کسی چیز اور عمل پر قادر نہیں ہے۔ اسی طرح اسلام میں جان کی قربانی یہ ہے کہ بندۂ مومن معاملات زندگی کے حوالے سے سب تدبیریں بروئے کار لائے لیکن نتائج کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خود کو اس طرح سپرد کر دے جس طرح مردہ غسال کے سپرد ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ. (آل عمران، ۳: ۲۶)

''تو جسے چاہے سلطنت عطا فرما دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تُو جسے چاہے عزت عطا فرما دے اور جسے چاہے ذلّت دے، ساری بھلائی تیرے ہی دستِ قدرت میں ہے، بے شک تُو ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔''

اب یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کسی کو کرسی پر بٹھا دے یا خاک نشین کر دے۔۔۔ اہل ثروت میں سے کر دے یا کنگال۔۔۔صحت دے یا بیماری۔۔۔ زندگی دے یا موت۔۔۔ لیکن بندہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر حال میں اس بات پر یقین رکھے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی کی رضا کے لئے اپنی تمام خواہشات کو قربان کر دے۔ فقط رضائے الٰہی کا طالب رہنا بندے کا شیوہ ہونا چاہئے جیسا کہ مقربانِ بارگاہِ الوہیت کی تعریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ. (الأنعام، ٦: ٥٢)

''وہ صرف اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں''۔

الغرض جان کی قربانی کا تقاضا یہ ہے کہ جھوٹی ''انا'' اور ان تمام سفلی خواہشات کو قربان کر دیا جائے جو انسانی جسم و روح کی تباہی و ہلاکت کا باعث ہیں۔

۲۔ مال کی قربانی

مال کی قربانی سے مراد یہ ہے کہ حلال، پاکیزہ اور پسندیدہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. (آل عمران، ۳: ۹۲)

''تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم (اللہ کی راہ میں) اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو۔''

اس آیت کریمہ میں اپنی سب سے پسندیدہ اور محبوب چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کا حکم ہے۔ اس لیے مستحب عمل یہی ہے کہ قربانی کا جانور خوبصورت، فربہ، بے عیب، توانا، نہایت عمدہ اور نفیس ہو تا کہ انسان اس کی طرف رغبت و کشش محسوس کرے۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں:

كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوءَيْنِ.

(ابن ماجه، کتاب الأضاحی، رقم: ۳۱۲۲)

''حضور نبی اکرم ﷺ جب قربانی کا ارادہ کرتے تو دو مینڈھے خریدتے جو موٹے تازے، سینگوں والے، کالے، اور سیاہ دھاری دار ہوتے۔''

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ قربانی کے لئے سب سے اچھا جانور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح فرماتے۔ حضرت ابو الاسد السلمی ﷛ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ أَحَبَّ الضَّحَايَا إِلَى اللهِ أَغْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا.

(بیهقی، السنن الکبری، کتاب الضحایا، باب ما جاء في أفضل الضحايا، ۹: ۳٦۸، رقم: ۱۸۸۲۹)

''اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو۔''

قربانی شعارِ اسلام میں سے ہے

قربانی شعائر اسلام میں سے ہے اور ہر صاحبِ استطاعت مسلمان پر واجب ہے۔ قربانی کے دنوں میں جانور کے ذبح کی بجائے کوئی اور متبادل عمل زیادہ مقبول نہیں ہوسکتا۔ امام فخر الدین رازیؒ نے قربانی کا معنی یوں بیان کیا ہے:

اَلْقُرْبَانُ: إِسْمٌ لِمَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ ذَبِيْحَةٍ أَوْ صَدَقَةٍ. (رازی، التفسیر الکبیر، ۱۱: ۲۰۵)

''وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہو اسے قربانی کہتے ہیں، چاہے وہ جانور ذبح کیا جائے یا ویسے ہی صدقہ دیا جائے۔''

۱۔ مذکورہ معنی سے کچھ لوگوں کے ذہنوں میں یہ مغالطہ پیدا ہوا کہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحج کو جانور ذبح کرنا شاید واجب نہیں۔ اسی مغالطہ کی بناء پر یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اتنے زیادہ جانور ذبح کرنے کی بجائے نقد صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ یہ سوچ سراسر ذہنی اختراع ہے اور منشائے اسلام کے خلاف ہے۔ حقیقت سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں۔ امام رازی نے فقط لفظ ''قربان'' کا لغوی معنیٰ بیان کیا ہے، قربانی کا اصطلاحی و شرعی معنی بیان نہیں کیا۔ سنن ابن ماجہ میں واضح طور پر وہ حدیث موجود ہے جس میں قربانی نہ کرنے والوں کو شدید وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا.

(ابن ماجه، السنن، كتاب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هِيَ أم لا؟ ۲: ۱۰۴۴، رقم: ۳۱۲۳)

''جس میں استطاعت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت پر جانور ذبح کرنا ہی لازمی وضروری ہے، صدقہ و خیرات کرنے سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

۲۔ دوسرا مغالطہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ ان تین ایام میں بیک وقت لاکھوں جانور ہلاک ہو جاتے ہیں جس کا مضر اثر قومی اقتصادیات پر پڑ سکتا ہے اور یہ اندیشہ دامن گیر رہتا ہے کہ اس طرح جانور کم ہو جائیں گے اور سال بھر لوگوں کو گوشت ملنے میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔

یاد رکھیں! یہ خیالات انسان کے ذہن پر اس وقت مسلط ہوتے ہیں جب وہ خالق کائنات کی قدرتِ کاملہ اور اس کے وسیع تر نظام سے بالکل غافل ہو جائے۔ نظامِ قدرت ہمیشہ سے یہ رہا کہ جب دنیا میں کسی چیز کی ضرورت بڑھتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں اور جب ضرورت کم ہو جاتی ہے تو پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے۔ اسکی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کنویں کے پانی پر رحم کھا کر اس لئے نکالنا چھوڑ دے کہ کہیں ختم نہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے بجائے کسی فائدے کے یہ نقصان ہوگا کہ کنویں کے سوتے بند ہو جائیں گے اور وہ پانی نہیں دے گا۔ جبکہ جتنا زیادہ پانی نکلتا چلا جائے گا، اسی قدر کنویں سے زیادہ پانی ملے گا۔

اس طرح اعداد و شمار کا حساب لگا کر دیکھ لیں کہ پچھلے زمانے میں جتنی قربانی کی جاتی تھی، آج اتنی نہیں کی جاتی۔ جس طرح آج ارکانِ دین نماز، روزہ اور زکوۃ کی بجا آوری میں کاہلی اور تساہل سے کام لیا جاتا ہے، اسی طرح قربانی کے مسئلے میں بھی غفلت برتی جاتی ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 100 اونٹ قربان کیے:

فَنَحَرَ ثَـلَاثًا وَسِتِّيْنَ بِيَدِهِ ثُمَّ أَعْطَى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ.

(مسلم، كتاب الحج، رقم: ۱۲۱۸)

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ اونٹوں کو اپنے ہاتھوں سے قربان کیا پھر باقی اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کونحر کے لئے دیئے۔''

قربانی کی اس قدر فراوانی کے زمانے میں کسی جگہ سے یہ شکایت نہیں سنی گئی کہ جانور کم پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا ان بے سرو پا خدشات کو ذہن سے نکالتے ہوئے اس عبادت کو بجا لانے میں کسی قسم کی غفلت کا مظاہرہ کرنا بندہ مومن کے شایانِ شان نہیں۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قربانی کا عمل شعائر اللہ میں سے ہے اور شعائر اللہ کی مخالفت در اصل دین کی مخالفت اور اس سے انحراف ہے۔ ابن دقیقؒ امام شافعی کا قول نقل

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شعائر دین میں سے ہے۔‘‘

(ابن دقيق، إحكام الأحكام، باب الأضاحی، ۴:۲۰۷)

امام شوکانیؒ؛ علامہ ابن حزمؒ سے نقل کرتے ہیں:

’’اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قربانی دین کے محکم احکام میں سے ہے۔‘‘

(شوکانی، نیل الأوطار، باب ما احتج به فی عدم وجوبها بتضحية رسول الله ﷺ عن أمته، ۵:۱۹۸)

قربانی کی جگہ صدقہ و خیرات کرنا اس صورت میں درست ہوگا کہ قربانی کے دن گزر گئے اور کسی عذر کے باعث قربانی نہیں کی جاسکی تو قربانی کی جگہ فقراء و مساکین میں صدقہ کرنا واجب ہے لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت کے برابر صدقہ کرنے سے فریضۂ قربانی ادا نہیں ہوگا بلکہ قربانی نہ کرنے والا گنہگار ہوگا۔ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز ادا کرنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ و خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی قربانی ترک نہیں کی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

أَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ.

(ترمذي، السنن، أبواب الأضاحي عن رسول الله ﷺ، باب الدليل على أن الأضحية سنة، ۳: ۱۷۰، رقم: ۱۵۰۷)

’’حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال قیام پذیر رہے، آپ ﷺ ہر سال قربانی دیتے رہے۔‘‘

قربانی واجب ہونے کی حقیقت سے نا آشنا مسلمان سوچیں اور غور کریں اور قربانی کی رسم کو فیشن کی حیثیت نہ دیں بلکہ اسے دین کا ایک لازمی حصہ اور سنتِ ابراہیمی علیہ السلام کی اتباع کے طور پر ادا کریں تو ایمان و عمل میں قوت اور اخلاص کی برکات نصیب ہوں گی۔

قبولیتِ قربانی کا معیار

قربانی کی قبولیت میں جو چیز کارفرما ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حسنِ نیت اور صدق و اخلاص ہے۔ عمل اگر صدق و اخلاص کی بنا پر ہو تو وہ اگرچہ قلیل تر ہی کیوں نہ ہو، انسان کا درجہ بلند تر کر دیتا ہے۔ وہی عمل اگر صدق و اخلاص، نیک نیتی اور للّٰہیت سے خالی ہو تو خواہ وہ عمل پہاڑ کے برابر ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر ایک مسلمان دکھاوے کی نیت سے بہت بڑے اور کثرت سے جانور خریدے تاکہ لوگ متاثر ہوں تو اس سے لوگوں کی نظروں میں بہت بڑا ہونا تو دکھایا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا شخص بڑا نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پچھلی صف پر بیٹھا ہوا وہ آدمی بڑا ہو جس میں قربانی کرنے کی سکت بھی نہ ہو لیکن اس کا دل چاہ رہا ہو کہ میرے پاس دولت ہوتی تو میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی کرتا۔ قربانی کی استطاعت نہ رکھنے کے باوجود لیکن حسنِ نیت کی وجہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ اجر مل جاتا ہے جو ریاکاری کی قربانی کرنے والے کو کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ صدقہ و خیرات کرتے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے دن کثرت سے صدقہ کرتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سال ایسا آیا کہ میرے والد ماجد کے پاس اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد کی خوشی میں صدقہ کر سکتے۔ بالآخر مجبور ہو کر انہوں نے تھوڑے سے چنے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں تقسیم کر دیئے لیکن دل میں بوجھ رہا کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی ولادت کے موقع پر یہ ادنیٰ سا صدقہ ہے۔ خدا جانے حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں قبول ہوا ہوگا یا نہیں؟ بس اتنا عمل کرنے کی دیر تھی کہ اسی رات حضور نبی اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے ان کے صدقہ کئے ہوئے چنے رکھے ہوئے ہیں اور

آپ ﷺ ان کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرما رہے ہیں: بیٹا عبد الرحیم! ہم تھوڑے یا زیادہ کی طرف نہیں جاتے، ہم تو حسنِ نیت کو دیکھا کرتے ہیں اور بس! جس نیت سے تو نے خوشی کی، یہی حسنِ نیت اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت پا گیا ہے۔ (شاہ ولی اللہ، الدر الثمین: ۴۰)

قربانی کا قبول ہونا اس بات پر منحصر ہے کہ قربانی کس نیت سے دی جا رہی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ.

''اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجا لاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو)۔'' (الحج، ۲۲: ۳۲)

اس ارشاد ربانی میں تقویٰ کو دل کی کیفیت قرار دیا گیا ہے۔ قربانی کے جانور اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے ذبح کیے جاتے ہیں۔ ان کی نسبت چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہو جاتی ہے اس لئے یہ شعائر اللہ میں سے ہو جاتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللهِ. (الحج، ۲۲: ۳۶)

''اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے۔''

قرآن و سنت کے تمام احکام کو سامنے رکھ کر انسان اس نتیجے پر آسانی سے پہنچ جاتا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں جس شے کی قدر و منزلت ہے وہ اس کی ظاہری صورت نہیں بلکہ اس

انا للہ وانا الیہ راجعون

گذشتہ ماہ محترم علامہ ساجد محمود قادری منہاجین (گجرات)، محترم ملک باسط محمود (سینئر ممبر مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ) کی بیٹی، محترم میاں زاہد جاوید (ٹرانسپورٹ انچارج مرکزی سیکرٹریٹ) کے ماموں، محترم غلام فرید (ویلڈنگ والے نشتر ٹاؤن) کا جواں سالہ بیٹا اور محترم عبدالرؤف کا بھائی محترم محمد عثمان قادری، محترم محمد بشیر لائف ممبر تحریک (پنڈی بھٹیاں، حافظ آباد)، محترم قاری غلام شبیر سیالوی (گجرات) کے بھائی (محترم غلام منیر) اور بھتیجی، محترم حذیفہ شبیر کے دوست محترم عبدالرحمٰن اور محترم رفیق (گجرات) کے والد محترم صدیق لوہار، محترم عابد عزیز لنگڑیال لائف ممبر (کوٹلہ عرب علی خان) کے بھائی محترم غلام مرتضیٰ عرف بھولا، محترم سکندر حیات (کوٹلہ عرب علی خان) کی اہلیہ، محترم راجہ محمد فیاض قادری (جنرل سیکرٹری PAT کوٹلہ عرب علی خان) کی ہمشیرہ، محترم حافظ محمد الیاس (کامونکی) کی والدہ محترمہ، محترم علامہ مظہر حسین نقشبندی (گجرات) کا بھتیجا، محترم حافظ جمیل احمد (سرائے عالمگیر) کے والد محترم، محترم سید توقیر رضا زیدی (ٹاؤن شپ لاہور)، محترم محمد اشفاق (صدر TMQ چنیوٹ) کی چچا زاد بہن (بھوانہ)، محترم احمد رضا ثاقب (بھوانہ) کے والد محترم، محترم غلام فرید ضیغم (قلعہ کالر والہ) کی ہمشیرہ، محترم ملک نقاش قادری (پتوکی) کے تایا جان، محترم سیٹھ منظور احمد (نوشہرہ ورکاں) کے بھائی، محترم حافظ محمد شعیب طاہر (سابق مرکزی صدر منہاج القرآن یوتھ لیگ) کے والد محترم ڈاکٹر محمد اکرم، محترم قاری محمد افضل نورانی (چورنڈ منڈی بہاؤالدین) کے بھائی حافظ محمد اکرم، محترم محمد اکرم قادری (جلو پارک لاہور) کی والدہ محترمہ، محترم پروفیسر محمد اقبال کے داماد (شور کوٹ)، محترم محمد ریاض (ملکوال) کے والد محترم، محترم عبدالمالک گل (پی پی 64 فیصل آباد) کی پھوپھو جان، محترم غلام رسول خاکی (پی پی 71 فیصل آباد)، محترم ماسٹر غلام قادر (کھرڑیانوالہ) کی والدہ محترمہ، محترم علی نواز (بھوانہ) کے والد محترم، محترم فیاض احمد (ناظم پسرور شمالی) کی چچی جان، محترم ڈاکٹر سرفراز احمد (پی پی 37 سیالکوٹ) کا بیٹا، محترم مستنصر حسین (گوجرہ) کی والدہ محترمہ، محترم محمد سعید قادری (گوجرہ) کی بہو، محترم حاجی محمد اکبر علی (نکو پیر محل)، محترم عثمان حیدر (فیصل آباد) کے نانا جان اور محترم راجہ محمد تحسین (گجرات) کے والد محترم علامہ حاجی محمد یوسف راجپوت چشتی قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

عشرہ ذوالحجہ اور حج کی فضیلت و اہمیت

عشرہ ذوالحجہ میں کی جانے والی عبادت خاص فضیلت کی حامل ہے

حج اجتماعیت، اتحاد و یگانگت کا آئینہ دار ہے

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: عشرہ ذوالحجہ کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: حج و قربانی کی مناسبت سے ماہ ذوالحجہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قدر برکتیں اور سعادتیں عطا کر رکھی ہیں کہ آقائے دو جہاں نبی اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں میں سے ہر رات اپنی عظمت میں لیلۃ القدر کے برابر ہے۔ جیسے لیلۃ القدر کی رات کی ساعتیں اللہ کے بندوں کی مغفرت و بخشش کا سامان لئے ہوئے وارد ہوتی ہیں اور جن میں اخلاص کے ساتھ بندہ اپنے رب سے جو بھی خیر طلب کرتا ہے تو وہ اسے عطا کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح ماہ ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کو عظمت و فضیلت کا وہ خزانہ عطا کیا گیا ہے کہ ہر ایک رات رمضان المبارک کی لیلۃ القدر کے برابر ہے۔ جس طرح رمضان المبارک کی برکتوں کو سمیٹ کر عید الفطر میں رکھ دیا گیا اور اس دن کو خوشی کے دن کے طور پر مقرر کر دیا گیا۔ ان دس راتوں کے اختتام پر اللہ رب العزت نے عیدالاضحیٰ کے دن کو مسرت و شادمانی کے دن کی صورت میں یادگار حیثیت عطا کر دی۔ اس دن کو عرف عام میں قربانی کی عید کہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا: یارسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ، قال: ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذلک بشئی

’’ان دس دنوں (عشرہ ذی الحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے حضور نیک عمل جتنا پسندیدہ و محبوب ہے کسی اور دن میں اتنا پسندیدہ و محبوب تر نہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! اللہ کے راستہ میں جہاد بھی نہیں؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں۔ ہاں وہ شخص جو اپنی جان اور مال کے ساتھ نکلا اور کچھ لے کر گھر نہ لوٹا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من ایام احب الی اللہ ان یتعبدلہ فیھا من عشر ذی الحجۃ، یعدل صیام کل یوم منھا بصیام سنۃ وقیام کل لیلۃ منھا بقیام لیلۃ القدر. (ترمذی، ابن ماجہ)

’’اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت بجائے دوسرے اوقات و ایام میں کرنے کے عشرہ ذوالحجہ میں کرنی محبوب تر ہے۔ اس کے ایک دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس کی ایک ایک رات کا قیام، لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے‘‘۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں عشرۂ ذی الحجہ میں جن اعمال کے کرنے کی فضیلت آئی ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ذکرِ الٰہی کا اہتمام کرنا

اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں ان دس دنوں میں اپنا ذکر کرنے کا خصوصی طور پر تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ فِيٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ. (الحج،۲۲:۲۸)

''اور (قربانی کے) مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر (ذبح کے وقت) اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں''۔

صحابہ کرام اور محدثین و مفسرین کے نزدیک ان ایام معلومات سے مراد عشرۂ ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔

۲۔ کثرت سے تہلیل، تکبیر اور تحمید کہنا

امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کوئی دن بارگاہ الٰہی میں ان دس دنوں سے زیادہ عظمت والا نہیں، اور نہ ہی کسی دن کا (اچھا) عمل اللہ کو ان دس دنوں کے عمل سے زیادہ محبوب ہے پس تم ان دس دنوں میں کثرت سے لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو۔

سلف صالحین اس عمل کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ ان دس دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنھما تکبیر کہتے ہوئے بازار نکلتے تو دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہنا شروع کر دیتے۔

۳۔ بال اور ناخن وغیرہ نہ کاٹنا

کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہوجائے تو اسے چاہئے کہ قربانی کرنے تک اپنے ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹے۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا دخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یاخذن شعرا ولا یقلمن ظفرا۔ (صحیح مسلم، ۳: ۱۵۶۵، رقم: ۱۹۷۷)

''جب ماہ ذی الحجہ کا چاند نظر آئے اور تم میں کوئی قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے''۔

سوال: حج کی اہمیت وفضیلت کے متعلق رہنمائی فرمادیں؟

جواب: حج اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ یہ ہر اس شخص پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے جو صاحبِ استطاعت ہو۔ حج اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک ایسا رکن ہے جو اجتماعیت اور اتحاد و یگانگت کا آئینہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

''اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو''۔ **(آل عمران: ۹۷)**

حج کرنے والے کے لئے جنت ہے۔ حجاج کرام خدا کے مہمان ہوتے ہیں اور ان کی دعا قبولیت سے سرفراز ہوتی ہے۔ یہ نفوس ہر قسم کی برائی کا خاتمہ کرنے کا عہد کرتے ہوئے نیکیوں کے حصول کی جانب ایک نئے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص زندگی میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو وہ رب کائنات کی رحمتوں سے نہ صرف محروم ہوجاتا ہے بلکہ ہدایت کے راستے بھی اس کے لئے مسدود ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ.

''ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کا درمیانی عرصہ گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور (مقبول) کا بدلہ جنت ہی ہے۔''

(صحیح بخاری، ابواب العمرۃ، ۲/ ۶۲۹، رقم: ۱۶۸۳)

استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے ذمہ کرم سے نکال دیتا ہے۔ حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ، فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ إِنْ شَآءَ يَهُوْدِيًّا وَإِنْ شَآءَ نَصْرَانِيًّا.

''جس شخص کو فریضۂ حج کی ادائیگی میں کوئی ظاہری ضرورت یا کوئی ظالم بادشاہ یا روکنے والی بیماری (یعنی سخت مرض) نہ روکے اور وہ پھر (بھی) حج نہ کرے اور (فریضہ حج کی ادائیگی کے بغیر ہی) مر جائے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر (اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی فکر نہیں ہے)۔''

(الترمذی فی السنن کتاب الحج عن رسول اللہ ﷺ باب: ماجاء فی التغلیظ فی ترک الحج، ۳/ ۱۷۶، رقم: ۸۱۲)

اس عظیم سعادت کو حاصل کرنے والے کو بخشش کی نوید سناتے ہوئے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحُجَّاجُ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللهِ. إِنْ دَعَوْهُ أَجَابَهُمْ، وَإِنِ اسْتَغْفَرُوْهُ غَفَرَ لَهُمْ.

’’حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں، وہ اس سے دعا کریں تو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر اس سے بخشش طلب کریں تو انہیں بخش دیتا ہے۔ (ایک روایت میں) جہاد کرنے والا، حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا (کے الفاظ بھی ہیں)۔‘‘

(سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، ۲/۹، رقم: ۲۸۹۲)

حجاج کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَخَلَ الْبَيْتَ دَخَلَ فِي حَسَنَةٍ وَخَرَجَ مِنْ سَيِّئَةٍ مَغْفُوْرًا لَهُ.

’’جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوگیا وہ نیکی میں داخل ہوگیا اور برائی سے خارج ہوکر مغفرت پا گیا۔‘‘

(ابن خزیمہ فی الصحیح، ۴/۳۳۲، رقم: ۳۰۱۳)

سوال: کیا حج کے سفری اخراجات کے برابر مالیت کے زیورات یا مال و دولت کے مالک پر حج فرض ہے؟

جواب: حج ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے بلکہ حج کی فرضیت کے لیے عاقل و بالغ ہونے کے ساتھ صاحبِ استطاعت وقدرت ہونا ضروری ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو) کے متعلق پوچھا گیا کہ سبیل سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ. ’’سامانِ سفر اور سواری‘‘۔

(حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۴: ۶۰۹، رقم: ۱۶۱۴)

گویا استطاعت سے مراد سفری اخراجات کی دستیابی اور عزت وآبرو کا تحفظ ہے۔ اس لیے اگر کسی مرد و عورت کے پاس اپنی ضرورت اور استعمال سے زائد مال و دولت اور زیورات موجود ہیں جن کی مالیت حج کے سفری اخراجات کے برابر ہے تو اس پر حج فرض ہے۔

سوال: ایامِ حج اور ارکانِ حج کی ادائیگی کی تفصیلات کے متعلق رہنمائی فرما دیں۔

جواب: ۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ کے پانچ دن ایامِ حج کہلاتے ہیں۔ انہی ایام میں حج کے جملہ مناسک ادا کرنا ہوتے ہیں۔

۸ ذالحجہ۔۔۔منیٰ کو روانگی

حجاج ۸ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں نماز فجر ادا کر کے سورج نکلتے ہی منیٰ کی جانب روانہ ہوجاتے ہیں۔ سفر میں تلبیہ کی کثرت کی جاتی ہے۔ منیٰ پہنچ کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنے کے بعد رات یہیں قیام کرتے ہیں اور ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر بھی منیٰ میں ادا کرتے ہیں۔

۹ ذی الحجہ۔۔۔وقوف عرفات

نماز فجر منیٰ میں ادا کرنے کے بعد سورج نکلنے پر عرفات کی طرف روانگی ہوتی ہے اور عرفات میں ظہر وعصر کی نمازیں ظہر کے وقت ملا کر پڑھی جاتی ہیں۔

میدان عرفات میں اسی قیام کو وقوف عرفات کہتے ہیں جو حج کا سب سے اہم رکن ہے۔ اگر کسی وجہ سے ۹ ذی الحجہ کے دن یا اس رات بھی کوئی یہاں پہنچنے سے رہ جائے تو اسکا حج نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کی تلافی کی کوئی گنجائش ہے۔

مزدلفہ میں قیام

اس دن غروب آفتاب کے وقت عازمین مغرب کی نماز پڑھے بغیر مزدلفہ روانہ ہوجاتے ہیں۔ مزدلفہ میں نماز عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہیں۔ رات مزدلفہ میں ہی قیام ہوتا ہے۔

۱۰ ذی الحجہ۔۔۔منٰی روانگی

فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں توقف کرنا واجب ہے۔ بعد ازاں عازمین منیٰ کو روانہ ہوتے ہیں۔ منیٰ پہنچ کر حجاج کرام کو تین واجبات بالترتیب ادا کرنے ہوں گے:

۱۔ بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا۔

۲۔ رمی سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کرنا۔

۳۔ قربانی کے بعد سر منڈاوانا یا کتروانا

اس کے بعد احرام کھول کر عام لباس پہن لیا جاتا ہے اور حجاج سے احرام کی سب پابندیاں (سوائے مباشرت کے) ختم ہوجاتی ہیں۔

طوافِ زیارت

حجاج احرام کھولنے کے بعد مکہ مکرمہ میں چوتھا رکن طواف زیارت ادا کرتے ہیں۔ یہ حج کے فرائض میں شامل ہے اور ۱۲ ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے تک جائز ہے، اس کے بعد دم (قربانی) واجب ہوگا اور فرض بھی ذمہ رہے گا۔

سعی: طواف زیارت کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرنا واجب ہے۔

منیٰ واپسی: طواف زیارت و سعی کے بعد دو رات اور دو دن منیٰ میں قیام کرنا سنتِ موکدہ ہے۔ مکہ میں یا کسی اور جگہ رات گزارنا ممنوع ہے۔ گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو ''ایام رمی'' کہتے ہیں۔ ان تینوں تاریخوں میں تینوں جمروں کی رمی کی جاتی ہے۔ رمی کا وقت زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک ہوتا ہے۔ پہلے جمرہ اولیٰ پر پھر جمرہ وسطیٰ اور بعد ازاں جمرہ عقبہ پر۔ پھر مکہ واپسی ہوتی ہے۔

طواف وداع

یہ حج کا آخری واجب ہے جو صرف میقات سے باہر رہنے والوں پر واجب ہے کہ جب وہ مکہ سے رخصت ہونے لگیں تو آخری طواف کرلیں۔

مدینہ منورہ روانگی

مکہ میں مناسک حج کی تکمیل کے بعد حضور ﷺ کی بارگاہ کی حاضری کے لئے عشاق مدینہ منورہ روانہ ہوجاتے ہیں۔

سوال: قربانی کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر شرعِ متین میں بیان کردہ قربانی کی تمام شرائط کسی شخص کے ہاں موجود ہوں، تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس صورت میں قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ونفل ہوگی۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان ہونا: چنانچہ غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں۔

۲۔ مقیم ہونا: چنانچہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو اپنے شہر کی حدود سے تقریباً 48 میل (تقریباً 78 کلومیٹر) دور جانے کے ارادے سے نکلا ہو، یا 48 میل (تقریباً 78 کلومیٹر) دور کسی مقام پر پہنچ چکا ہو اور اس کی پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو یا اگر پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت ہو تو یہ شخص کہیں آنے جانے میں اپنی مرضی کا مالک نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شخص کی مرضی کے تابع ہو، جیسے بیوی شوہر کے تابع ہے یا نوکر اپنے مالک کے حکم کے تابع ہے اور جس کے تابع ہیں، اس نے پندرہ دن سے کم کی نیت کی ہے۔

۳۔ مالک نصاب ہونا: اس سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کی رقم یا اتنی مالیت کا تجارت کا مال یا اتنی مالیت کا ضروریات زندگی سے زائد سامان ہو اور اس پر اتنا قرضہ نہ ہو کہ جسے ادا کرنے سے مذکورہ نصاب باقی نہ رہے۔

۴۔ بالغ ہونا: چنانچہ نابالغ پر قربانی واجب نہیں۔ نابالغ شخص صاحبِ نصاب ہی کیوں نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ . (الکوثر، ۱۰۸:۲)

''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)''۔

درج بالا آیتِ مبارکہ میں اِنْحَرْ صیغہ امر ہے اور عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب امر کو مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے وجوب مراد ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے قربانی کا واجب و ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔

مخنف بن سلیم ؓ فرماتے ہیں کہ ہم عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے، آپ نے فرمایا:

اَيُّهَا النَّاسُ !إِنَّ عَلٰى كُلِّ اَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ اُضْحِيَّةً. (احمد بن حنبل، مسند احمد، ۴:۲۱۵)

''اے لوگو! ہر سال ہر گھر والے پر ایک قربانی واجب ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ له سعة فلم يضح ، فلا يقربن مصلانا.

''جو آسودہ حال ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے''۔(ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳:۳۱۲۳)

مذکورہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ نے قربانی کرنے کا حکم فرمایا اور قربانی نہ کرنے والوں پر اظہار ناراضگی فرمایا ہے۔ ناراضگی کا اظہار اسی مقام پر ہوتا ہے جہاں کوئی چیز واجب و ضروری ہو۔ ❁❁❁❁❁

پیکرِ نور و حیا حضرت عثمان بن عفان ؓ

آپ ؓ کا حکم تھا صرف ٹیکس جمع نہ کریں، رفاہ عامہ کا بھی خیال رکھیں

یومِ شہادت (18 ذوالحج) کی مناسبت سے خصوصی تحریر

ڈاکٹر محمد زہیر احمد صدیقی

حضرت عثمان غنی ؓ کا شمار اپنی قوم کے افضل ترین لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ جاہ وحشمت کے مالک، شیریں کلام اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔ مال ودولت اور ظاہری اسباب کی فراوانی تھی۔ قوم کے لوگ آپ کی عزت وتکریم کرتے۔ ایسی نیک فطرت کہ نہ قبل از اسلام کسی بت کو سجدہ کیا، نہ برائی کے مرتکب ہوئے اور نہ کبھی شراب کی طرف نہ دیکھا۔

آپ خود فرماتے ہیں: میں نے کبھی گیت نہیں گایا، نہ اس کی تمنا کی اور جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہ چھوا، نہ جاہلیت میں اور نہ اسلام میں کبھی شراب نوشی کی اور جاہلیت واسلام میں کبھی زنا کے قریب نہ گیا۔ (حلیۃ الاولیا، ۱/۶۰-۶۱)

حضرت عثمان غنی ؓ کا لقب ذو النورین مشہور ہے اور اس کا سبب آپ کا سرکار کریم ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ؓ سے یکے بعد دیگرے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونا ہے۔ امام بدر الدین عینی فرماتے ہیں:

آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی زوجیت میں کسی بھی نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں (عینی، عمدۃ، ۱۶/۲۰۱)

آپ ؓ کا نسب مبارک عبد مناف پر سرکارِ دوعالم کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔

حضرت عثمان غنی ؓ کو جب حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے دعوتِ اسلام دی تو آپ کی عمر مبارک ۳۴ برس تھی۔ فطرتِ سلیمہ پر پروان چڑھنے والی اس شخصیت نے دین فطرت کو پہچاننے میں دیر نہ کی اور بلا لیت ولعل حضرت صدیق اکبر ؓ کی دعوت پر لبیک کہا اور یوں سابقین اولین کی فہرست میں داخل ہوگئے۔ آپ چوتھے نمبر پر اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ ؓ کی فروغِ اسلام کے لیے دی جانے والی قربانیاں اپنی مثال آپ ہیں۔ بئرِ رومہ خرید کر لوگوں کے لیے وقف کردینا، مسجد نبوی کی توسیع کے لیے زمین خریدنا، جملہ غزوات بالخصوص غزوہ تبوک کے موقع پر انفاق کی حد کردینا، قحط اور مالی مشکلات میں حضور ﷺ کے حکم پر مال و دولت اور غلہ کے ڈھیر حضور کے قدموں میں نچھاور کردینا آپ کی انفرادی خصوصیات میں شامل ہے۔ آپ کی اس حد درجہ انفاق ہی کی بناء پر آپ ﷺ نے انہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت عطا فرمائی۔

حضرت عثمانِ غنی ؓ کا طرزِ خلافت

حضرت عثمان غنی ؓ کے طرز حکومت میں عصر حاضر کے لیے بے شمار رہنمائی پنہاں ہے۔ آپ ؓ سن چوبیس ہجری کی ابتداء میں مجلس شوریٰ کے انتخاب سے تیسرے خلیفہ راشد اور امیر المومنین منتخب ہوئے۔ آپ کارِ خلافت شیخین کی سنت کے مطابق انجام دیتے تھے۔ آپ اپنے نظامِ حکومت میں اسلامی تشریحات کو فوقیت دیتے اور کوشاں رہتے کہ ہر شعبہ حیات میں ان ہی تعلیمات کی پیروی رہے۔ ان قوانین اسلام کا اولین اطلاق حاکم وقت پر ہوتا۔ پھر اس کے نامزد والیان، عمال اور قضاۃ (گورنروں، وزرا اور ججوں) پر ہوتا تاکہ حکام کی سیرت

اور قوانین کی پاسداری کا عمل رعایا کے لیے مشعلِ راہ بنے اور وہ قوانین کی پاسداری کریں۔

حضرت عثمان غنی ﷺ کا طرز حکومت، خلافت راشدہ کے باقی حکمرانوں کی طرح ہر دور میں حقیقت کے متلاشی کے لیے رہبر ورہنما ہے۔ عصر حاضر میں بھی موجودہ حکومت جو کہ پاکستان کو ریاستِ مدینہ بنانے کی خواہش مند ہے، کیا ہی کمال ہو کہ وہ ریاستی اصولوں، ترجیحات کے تعین اور عدل وانصاف کی فراہمی میں عہد عثمانی سے رہنمائی لے۔ حقیقی تبدیلی کے لیے پاکستان میں حکومت وقت کو اس طرزِ عمل کو لازمی اپنانا چاہیے۔

آپ ﷺ نے سابقہ اسلامی حکومتوں کی اتباع میں اسلامی دنیا کی وحدت کو برقرار رکھا۔ نظامِ عدل اور نظامِ اقتصاد میں برابری کو ملحوظ رکھا گیا۔ خلافت کی ذمہ داری اٹھانے کے بعد آپ نے عصرِ فاروقی کی تمام پالیسیوں کو من وعن جاری رکھا۔ آپ ﷺ کا یہ عمل اس بات کا شعور دلاتا ہے کہ حکومتیں قومی نوعیت کے قوانین کو اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بدلتی نہ پھریں بلکہ قومی مفاد میں وجود میں آئی طویل مدتی پالیسیز کو جاری رکھا جانا چاہیے۔ ذیل میں آپ ﷺ کے طرزِ حکمرانی کی چند جھلکیاں نذرِ قارئین ہیں:

۱۔ حکومتی ترجیحات

حضرت عثمانِ غنی ﷺ کے طرزِ حکومت کا عمومی تصور واضح کرنا مقصود ہو اور آپ کی حکومت کی ترجیحات کا تعین جاننا ہو تو ان خطوط کا بخوبی مطالعہ کر لینا چاہیے جو آپ نے اپنے گورنروں، سپہ سالاروں، خراج وصول کرنے والوں اور عام رعایا کے نام لکھے۔ آپ ﷺ نے اپنے گورنروں کو واضح پیغام ارسال فرمایا کہ صرف ٹیکس وصول کرنے والے نہ بنیں۔ آپ ﷺ نے اپنے خطوط میں ٹیکس وصول کرنے والی حکومتوں میں اور مصالح عامہ کے لیے کام کرنے والی حکومتوں میں فرق واضح فرمایا۔ نیز فرمایا کہ کامیاب حکومت وہ ہے جو محض لوگوں سے مختلف مدات میں رقم جمع کرنے میں نہ لگی رہے بلکہ رفاہ عامہ کے لیے مصروفِ عمل رہے۔

حضرت عثمان غنی ﷺ نے حکومتی حکام پر واضح کیا کہ ان کے ذمے رعایا کی مصالح کا خیال رکھنا ہے۔ رعایا پر جو واجبات ہیں وہ وصول کریں اور ان کے جو حقوق ہیں وہ ادا کریں۔ پھر واضح فرمایا کہ اگر رعایا اور حکومت کی جانب سے حقوق کی ادائیگی اور فراہمی کا ایسا دوہرا توازن برقرار نہ رہا تو اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلے گا کہ حیا، امانت داری اور وفاداری مفقود ہو جائے گی۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ ان پر عادلانہ طرز سیاست کو اختیار کرنے کا حکم دیا بلکہ معاشی، سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی اقدار کو بھی اپنائے رکھنے کی تاکید فرمائی۔

۲۔ عدل وانصاف: اصولی ضابطہ

حضرت عثمانِ غنی ﷺ نے اپنے ہر قول وعمل سے یہ واضح کیا کہ ریاستی معاملات میں اصولی ضابطہ: **لا طاعة في المعصية، إنما الطاعة في المعروف** رہے گا یعنی معصیت میں کسی کی اطاعت درست نہیں ہوگی بلکہ اطاعت صرف بھلائی کے کاموں میں ہوگی۔ یوں آپ نے اسلام کے ابد الآباد تک متعارف کرائے آفاقی ضابطے کو اپنے عہد میں جاری فرمایا اور لوگوں کو واضح کر دیا کہ اجتماعی قوانین کی پاسداری ہی کی صورت میں حاکم وقت کی پیروی ہے اور اگر ایسا نہ ہو، حاکم اپنی من مانی پر اتر آئے تو رعایا کو اس کے محاسبے کا حق حاصل ہے۔

آپ نے طرز حکومت میں شورائی نظام ہی کو اختیار فرمایا۔ آپ جنگی مہموں کی تنفیذ اور انتظام وانصرام کے لیے مشورے کیا کرتے تھے اور ہر صورت مظلوم کا ساتھ دینے کی تلقین فرماتے۔ آپ فرماتے: بھلائی کا حکم دو جبکہ برائی سے روکو۔ مومن (بصورت حق تلفیِ غیر) اپنے آپ کو ذلیل نہ ہونے دے۔ میری حمایت ہمیشہ طاقتور کے خلاف اور کمزور کے ساتھ ہے، اگر وہ مظلوم ہو (طبری، ۴/۴۱۴)

مغربی تہذیب آج صدیوں بعد جس نظامِ عدل کے قائم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اس کی اساس میں برابری کا تصور وہی ہے جو خلافت راشدہ میں متعین ہو چکا تھا۔

۳۔ قانون کی حکمرانی

آپ ﷺ کی خلافت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی رہی کہ رعایا کو نہ صرف آزادی رائے حاصل رہتی بلکہ رعایا کی براہ راست خلیفہ وقت تک رسائی ہوتی اور اگر وہ کسی گورنر سے ناخوش ہوتے تو جائز وجوہات کے ہونے کی صورت میں اسے

باآسانی معزول کروا دینے کا اختیار بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ روایات بتاتی ہیں کہ آپ ﷛ نے حضرت ولید بن عقبہ پر اعتراضات ثابت ہونے کی صورت میں کوفہ کی گورنری سے معزول کر دیا تھا۔

اسلامی حکومتی قوانین میں عمومی فائدہ ملحوظ رکھنا اور فرد واحد کا ذاتی نفع ٹھکرا دینا بھی آپ ﷛ کی امتیازی خصوصیت ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی قوانین متعین کرنے میں فرد واحد یا چند خاندانوں کا نفع ملحوظ رکھا گیا تو نتیجے میں عام رعایا کے ہاتھ سوائے تباہی، استحصال، استبداد اور محرومیوں کے کچھ نہ آیا۔ حضرت عثمان غنی ﷛ نے قوانین کے تقرر میں ان ہی مصالحِ عامہ کو پیش نظر رکھا۔ آپ ﷛ نے بحیثیت امیر المومنین بیت المال کے حق کو حاصل کرنے میں غلو سے منع فرمایا اور زکوٰۃ میں لوگوں کا بہترین مال لینے سے منع فرمایا۔ پھلوں کی زکوٰۃ وصول کرنے میں آسانی وتخفیف کا حکم دیا۔

آپ کے اصولوں میں سے یہ تھا کہ خدماتِ عامہ (پبلک سروس) کی شکل میں حکومت؛ عوام کو جو عطیات پیش کرتی ہے اس میں یہ جائز نہیں کہ فرد معین کی منفعت پیش نظر ہو بلکہ ضروری ہے کہ پوری امت کا نفع پیش نظر رکھا جائے۔

(السیاسۃ المالیۃ لعثمان، ص: ٦٤)

۴۔ صوبوں کو حاصل خود مختاری اور نگرانی کا عمل

آپ کی سلطنت مختلف صوبوں میں منقسم تھی، ہر صوبے کا ایک گورنر تھا اس کو بیت المال سے تنخواہ ملتی۔ وہ اسلامی قوانین کے مطابق صوبے کا انتظام وانصرام سنبھالتا۔ گورنر کو اختیار ہوتا کہ بیت المال پر خلیفہ کی طرف سے نمائندہ مقرر نہ ہونے کی صورت میں وہ جزیہ وخراج اور تجارتی عشر کی وصولی کی نگرانی کرتا اور اسے صوبے کی ضروریات پر خرچ کرتا۔ زائد مال مدینہ میں مرکزی بیت المال کو بھیج دیتا۔ صوبے کے امراء سے لیکر فقرا پر خرچ کیا جاتا۔ (سیدنا عثمان بن عفان، ص: ١٨٦)۔

آپ کا طرز عمل بتاتا ہے کہ سوائے چند امور کے وفاق کو صوبوں کی خود مختاری کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ وسائل واختیارات زیادہ تیزی سے عام شخص تک پہنچیں۔

گورنروں، وزرا اور ججوں کی کارکردگی سے متعلق معلومات کے حصول اور ان کے احوال واخبار پر نگرانی کے لیے حضرت عثمان غنی ﷛ نے مختلف اسلوب اختیار فرمائے جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ریاست میں عہدہ ایک امانت ہے، جس کا استحقاق صرف کارکردگی کی بنیاد پر ہے اور اعلی مناصب صرف اہل لوگوں کو ہی دیے جانے چاہئیں جیسا کہ قرآن وسنت اس کی صراحت کرتے ہیں۔ چنانچہ اعلی حکام کی نگرانی کے لیے آپ ﷛ درجہ ذیل ضوابط پر عمل فرماتے:

١۔ آپ حج کے موقع پر حجاج سے ملتے، ان کی شکایتیں سنتے۔ نیز گورنروں کو بھی حکم تھا کہ وہ بھی حج میں شریک ہوں۔

٢۔ مختلف اطراف وامصار سے لوگ مدینہ میں ملنے حاضر ہوتے جس سے پورے ملک کی خبریں آپ تک پہنچتیں۔

٣۔ مختلف علاقوں سے خطوط کا سلسلہ بھی جاری رہتا جو انہیں گورنروں کی کارکردگی کی خبر دیا کرتے تھے۔

۴۔ آپ صوبوں میں معائنہ کے لیے مختلف وفود بھیجتے۔ اسی مقصد کے لیے عمار بن یاسر کو مصر، محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ اور عبد اللہ بن عمر کو شام بھیجا۔ دیگر لوگوں کو بھی دیگر صوبوں میں روانہ فرمایا۔

۵۔ آپ خود صوبوں کا سفر فرماتے اور براہ راست رعایا سے ملتے ان کے مسائل سنتے۔

٦۔ صوبوں سے وفود طلب کیے جاتے تاکہ وہ وہاں کے معمولات کی اطلاع دیں۔

٧۔ کبھی حالات دریافت کرنے کے لیے گورنروں کو دار الخلافہ طلب فرما لیتے اور کبھی بشکل مراسلہ رپورٹ طلب فرما لیتے۔

آپ ﷛ نے گورنروں کے اوقات کار سے متعلق باقاعدہ ہدایات جاری فرما رکھی تھیں کہ عوام الناس کو کبھی بھی کسی صورت گورنر سے ملاقات کے لیے پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ روایات میں آتا ہے کہ کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ سے متعلق مشہور تھا کہ ان کے گھر پر دروازہ نہیں تھا۔ وہ ہر وقت لوگوں کا استقبال کرتے، لوگوں کو مکمل آزادی حاصل تھی کہ جب چاہیں گورنر سے ملیں اور اپنے مسائل حل کروائیں۔ (سیدنا عثمان بن عفان، ص: ٣٣٨)

آپ ﷛ کا طرزِ حکومت ایک مثالی طرزِ حکومت ہے جو تاقیامت آنے والے حکمرانوں کو اصولِ حکومت مہیا کرتا رہے گا۔

اسبابِ شہادت

تاریخ عالم میں ہمیں شاذ ہی کوئی ایسی مثال ملے گی کہ کسی کو اللہ تعالیٰ ''کابل'' سے لے کر ''مراکش'' تک کے تمام علاقوں میں زمین کے طول وعرض میں حکومت دے اور اس کی حکمرانی کے خلاف چند مٹھی بھر لوگ بغاوت کر دیں اور وہ ان باغیوں کی سرکوبی سے صرف اس لیے روک دے کہ کہیں حرمتِ مدینہ پامال نہ ہوجائے اور اس کی ذات کے لیے کوئی جان تلف نہ ہو جائے۔ جبکہ صورت حال یہ ہو کہ جانثار رفقاء ارکان دولت اور تمام افواج اس کے حامی ہوں اور باغیوں کی سرکوبی کا مطالبہ بھی کر رہے ہوں۔

مورخین کہتے ہیں کہ عہد عثمانی کے نصف ثانی (سن 30 تا 35 ہجری) میں فتنے پیدا ہونے شروع ہوئے جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت ہوئی (طبقات ابن سعد، ۱/ ۳۹۔۴۷)۔

حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے آخری دور میں سوچی سمجھی بڑی سازش کے نتیجے میں بعض لوگوں نے شورش پیدا کر دی اور فتنہ وفساد کا ایک سیلاب امڈ آیا۔ اسلام مخالف دشمن کا مقصد مسلمانوں میں افتراق پیدا کر کے ان کی قوت کو پاش پاش کرنا تھا۔ اس غرض کے تحت تمام سازشی ذہن بلا تفریقِ قوم ومذہب اپنی کوشش میں تھے۔ اشترنخعی، جندب اور صعصعہ نے کوفہ کو اپنی شرارتوں کا مرکز بنا رکھا تھا، لیکن سب سے زیادہ خطرناک شخص ایک نومسلم عبد اللہ بن سبا تھا جس نے اپنی حیرت انگیز سازشانہ قوت سے مختلف الخیال فتنہ پروروں کو ایک مرکز پر متحد کیا۔ عبد اللہ بن سبا اور اس کے حواریوں کا طریقِ واردات یہ تھا کہ بظاہر متقی اور پرہیز گار بنتے اور وعظ ونصیحت سے لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش کرتے لیکن یہ لوگ درحقیقت عمال کو تنگ کرتے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہتے۔ انہوں نے ہر جگہ حضرت عثمانؓ کی اقربا پروری اور ناانصافی کی خود ساختہ من گھڑت داستانیں مشہور کرنا شروع کر دیں۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ان کا حضرت عثمان غنیؓ پر اقربا پروری کا اتہام بالکل بے بنیاد تھا۔ طبری وغیرہ نے اس کی وضاحت کی کہ آپ نے صرف چند مناصب پر اموی خاندان کے افراد کو متعین کیا تھا۔ جن میں سے ایک حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی ہیں، جو حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت سے شام کے گورنر تھے۔ دوسرے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح عامری تھے جنہیں مصر کا عامل بنایا۔ تیسرے صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریز اموی تھے جو بصرہ کے عامل مقرر تھے اور چوتھے مروان بن حکم اموی کاتب تھے۔

ان چاروں کے علاوہ دو اموی عاملوں کو مقرر کر کے آپ نے معزول کر دیا جن میں سے ایک ولید بن عقبہ اور دوسرے سعید بن العاص تھے۔ یہ تھے کل وہ اموی افراد جن کے بارے میں مخالفین نے تہلکہ مچا دیا کہ آپ نے کنبہ پروری اور اقربا نوازی کر کے اپنے خاندان کے افراد کو حکومت کے عہدے سونپے اور کسی نے یہ نہ دیکھا کہ اس کے علاوہ تقریباً اٹھارہ جگہ پر بلاد اسلامیہ میں گورنری اور دیگر اہم عہدوں پر سب غیر اموی افراد مقرر تھے۔ اگر پانچ عہدے حضرت عثمان غنیؓ نے امویوں کو تفویض فرما دیے، جو عمال کی تقرری کے عمومی ضابطوں کے مطابق بھی تھے، تو اس پر اتنی شورش اور ہنگامہ کھڑا کرنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں بنتا تھا۔

آپؓ پر اعتراض کیا گیا کہ آپ نے کم عمر جوانوں کو اونچے منصب پر براجمان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے:

مجھ سے پہلے کم عمر لوگوں کو مناصب دیے گئے تو مجھ پر اعتراض کیوں؟ یہی بات رسول اللہ ﷺ سے اسامہ بن زید، (جنہیں روم پر چڑھائی کے لیے تیار لشکر پر سپہ سالار بنایا گیا) سے متعلق کی گئی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا: ایسا ہی ہے۔ فرمایا: لوگ بلا سوچے سمجھے عیب لگاتے ہیں (طبری، ۵/۳۵۵)۔

البدایہ والنہایہ میں ہے کہ مولا علی شیر خدا فرماتے ہیں:

عثمانؓ نے جس کو بھی والی بنایا، سب باصلاحیت اور عادل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عتاب بن اسید کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا حالانکہ وہ ابھی بیس سال کے تھے (البدایہ والنہایہ، ۸/۱۷۸)۔

المختصر یوں باغیوں کے سرغنہ؛ رہبروں کا حلیہ اپنائے طرح طرح کے بہتان باندھ کر لوگوں کو بغاوت پر اکساتے رہے اور ریاست کے خلاف بغاوت کے مرتکب ہوتے رہے۔ ان حالات میں حضرت عثمان غنی اصلاح کی کوشش فرماتے رہے۔ آپ نے وفود بھی روانہ کیے لیکن آپ کی کاوش بے سود نکلی کیونکہ مخالفین کے مقاصد ہی کچھ اور تھے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جب اکثر صحابہ حج کی ادائیگی میں مصروف تھے تو ان ہی ایام میں چند سو باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور مطالبہ کرنے لگے کہ آپؓ خلافت سے دستبردار ہوں۔

احوالِ وقتِ شہادت

آپ رضی ﷺ کو مخبر صادق نبیٔ برحق ﷺ کی طرف سے ملنے والی بشارات سے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ آپ کی شہادت اب قریب آ گئی ہے۔ تاہم اسی لیے بار بار صحابہ کرام کے اجازت طلب کرنے کے باوجود آپ نے باغیوں کو کچلنے کا اذن نہ دیا۔ کم وبیش سات سو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں آپ کی حفاظت پر مامور تھے۔ آپ فرماتے کہ میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم ٹکراتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔

آپ کی رہائش کا چالیس روز محاصرہ رہا، آپ کو ضروریات زندگی سے محروم کر دیا گیا مگر کیا شان استغنائی تھی کہ خندہ پیشانی سے بھوک و پیاس برداشت کرتے رہے مگر صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ آپ کی رعایا کو آپ کے حق پر ہونے کا یقین تھا۔ اور ہوتا بھی کیوں نہ کہ غیب کی خبریں دینے والے پیارے رسول حضرت محمد ﷺ آپ کے حق پر ہونے اور آپ کی شہادت کی خبر بھی دے چکے تھے۔

محاصرہ کے دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اطمینان اور عدمِ اضطراب بھی بلا وجہ نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ پر عجیب روحانی وجدانی کیفیات طاری تھیں۔ قدرت الٰہیہ انہیں اگلے عالم کی خوشگوار اور اطمینان بخش نعمتوں کا مشاہدہ کروا رہی تھی۔ جن میں سے کچھ کا اظہار تو آپ نے فرما بھی دیا تھا تاکہ اپنے قریبی واقفِ حال جاں نثار خدام زیادہ پریشان نہ ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس اطمینان کا اور باغیوں سے جھڑپ نہ کرنے دینے میں پوشیدہ حکمت اور راز کو سمجھ جائیں۔

چنانچہ ایسی مافوق الطبیعاتی روحانی واردات اور مشاہدات نے آپ کو **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** والی کیفیت دے رکھی تھی۔ آپ کے خادم حضرت مسلم فرماتے ہیں کہ

آپ نے اپنے بیس غلاموں کو آزاد کر دیا، ایک پاجامہ منگوایا اور زیب تن فرما لیا۔ ایسا لباس آپ نے نہ کبھی زمانہ جاہلیت میں زیب تن فرمایا نہ کبھی دور اسلام میں۔ پھر فرمایا:

میں نے گزشتہ رات حضور نبی اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ وہ سب کہنے لگے: اے عثمان صبر کرو، تم کل افطار ہمارے ساتھ کرو گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف منگوایا اور اسے کھول کر تلاوت کرنے لگے۔ اسی اثنا میں آپ کو شہید کر دیا گیا اور وہ مصحف آپ کے سینے پر تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے متعلق اگر جملہ روایات کا مطالعہ کرنا مقصود ہو تو شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری کی سیدنا عثمان غنی پر تحریر کردہ تالیف ایمان کی تروتازگی کے لیے بہت مفید ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمتوں کا کیا کہنا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ مکہ کی حرمتوں کو خطرے میں پڑنے دیا، نہ مدینۃ الرسول کو میدان جنگ بننے دیا۔۔۔ نہ آپ نے اپنی جان کے تحفظ کے لیے دیارِ رسول ﷺ چھوڑا اور نہ اپنے جانثار رفقا کی زندگی کو خطرے میں ڈالا۔۔۔ حتی کہ آخری وقت میں اپنے غلاموں کو بھی آزاد کر دیا اور ظلم وستم کے تمام وار اپنی جان پر جھیلے۔

محترم قارئین! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنی تمام تر صفات میں امت کے لیے راہبر وراہنما ہیں۔ آپ کی زندگی کا جس جہت سے بھی مطالعہ کیا جائے، وہی جہت امت کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ کی ذات مقدسہ اپنے اندر بے شمار صفات اور خصائص سمیٹے ہوئے ہے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ اپنی زندگی میں عزم واستقلال کا کوہِ گراں تھے۔ اللہ تعالیٰ حبیب مکرم ﷺ کے صدقے ہمیں خلفائے راشدین سے محبت کرنے اور ان کی سیرت کو اپنانے کی توفیق نصیب فرمائے۔

❁❁❁❁❁

اعلان لاتعلقی

مرکز کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ وزیرآباد سے تعلق رکھنے والے علامہ محمد یاسین قادری اپنے پروگرامز اور سوشل میڈیا پر تحریک منہاج القرآن اور قائد تحریک کا نام استعمال کرتے ہیں۔ خود کو منہاج القرآن کا فاضل اور شیخ الاسلام کا شاگرد رشید بھی کہتے ہیں مگر ہر جگہ تحریک کی پالیسی اور شیخ الاسلام کی تعلیمات کے برعکس موقف بیان کرتے ہیں۔

موصوف کے قول وفعل کا تحریک منہاج القرآن سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی موصوف شیخ الاسلام کے شاگرد، نہ ہی نظامت دعوت کے عہدیدار اور نہ ہی جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کے فاضل ہیں۔ (ادارہ)

نظریۂ پاکستان کا اسلامی اور روحانی پس منظر

نظریۂ پاکستان درحقیقت نظام مصطفی ﷺ ہے

تحریک پاکستان کا ہر لمحہ اسلامی تشخص کو اجاگر کرنے کی جدوجہد سے عبارت ہے

ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی

یہ ایک مسلّمہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اس کے قیام کا عظیم اور بلند مقصد ونظریہ ہی اس کے دوام اور بقاء کا بھی جواز فراہم کرتا ہے۔ وہ عظیم نظریہ، دینِ اسلام ہے۔ وہی دینِ حق جو محمد عربی ﷺ لے کر تشریف لائے۔ جس میں انسانوں کے حقوق، عزت وتکریم، مساوات، برابری، امانت و دیانت، سچائی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی بات ہوتی ہے۔

نظریہ پاکستان حقیقت میں وہی نظامِ مصطفیٰ ﷺ ہے جس میں سب سے زیادہ انسانیت کے حقوق پر توجہ دی جاتی ہے۔ جو انسان ساز، انسان دوست اور انسان نواز ہے۔ جس کی اساس "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" ہے۔ یہی وہ کلمہ طیبہ ہے جس کے اقرار و اعلان سے انسان کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ساتھ تمام معبودانِ باطلہ اور ظالمانہ قوانین اور انسانیت سوز نظام کا انکار بھی ہوتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دن بہ دن طاقت پکڑنے کے سبب مسلمان اخلاقی اور معاشی طور پر کمزور ہوتے گئے۔ ٹیپو سلطان اور نواب سراج الدولہ جیسے سلاطین نے دکن اور بنگال میں اسلامی تشخص کو سنبھالا دینے کی کوششیں جاری رکھیں لیکن ان کی زندگیوں کے چراغ گل ہوتے ہی مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ انگریزوں نے اورنگزیب عالمگیر کے زمانے سے ہی برعظیم پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں جو قدم جمانا شروع کیے تھے، وہ بالآخر کامیاب ہوئے اور مسلمانوں کے داخلی خلفشار اور معاشی بدحالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کی دولت سمیٹنے کے ساتھ ساتھ یہاں کی سیاست اور حکومت پر بھی قبضہ کرلیا۔

مسلمانوں کی سیاسی موت تو ہوگئی لیکن وہ اسلامی تشخص جو مسلمانوں کی ثقافت سے ظاہر ہوتا تھا وہ کبھی ختم نہ ہوا۔ اس اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے میں ان صوفیاء کرام کا کردار ہے جو سیاست وحکومت سے ماوراء ہوکر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے اور قریہ قریہ، نگر نگر لوگوں کے دلوں کی دنیا تبدیل کرتے رہے اور ان کو ملتِ اسلامیہ کی عظیم برادری میں شامل کرتے رہے۔ اہلِ طریقت صوفیاء کرام نے اپنے حسنِ اخلاق، محبت، شفقت، عجز و نیاز، تواضع و انکساری اور جذبہ ایثار سے رنگ ونسل کے امتیاز اور غرور کو توڑا اور جذبۂ اخوت ومحبت کو فروغ دیا اور لوگوں کو دینِ اسلام کی لڑی میں پروتے رہے۔ اسی جذبہ جاوداں نے نظریہ پاکستان کو تقویت دی۔

مرشدِ کامل حضرت ابوالحسن علی بن عثمان ہجویریؒ ایسے عظیم صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے ہر اول دستہ سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے مملکتِ پاکستان کی بنیاد رکھنے کا اہم فریضہ انجام دیا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے نزدیک آپؒ نے سرزمین ہند میں شجرِ اسلام کا بیج بویا۔

سید ھجویر مخدومِ امم
مرقدِ او پیر سنجر را حرم
بندھاے کوھسار آساں گسیخت
در زمینِ ھند تخم سجدہ ریخت

خــاكِ پــنــجـاب از دمِ او زنـده گِشـت

صبـحِ مــاز مهــرِ او تــابـنـده گِشـت

(ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ، کلیات اقبال (فارسی) ص ۵۱)

سید ہجویرؒ نے تبلیغ اسلام کے راستہ میں اسوۂ نبویﷺ کی پیروی سے کامیابیاں حاصل کیں۔ لاہور اور پنجاب میں تبلیغِ دین کے ساتھ ساتھ نظریہ پاکستان کی بھی راہنمائی فرمائی۔

سید ہجویرؒ کے ساتھ دیگر صوفیاء کرام رحمہم اللہ بھی یہی فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے اور اجمیر کی سرزمین پر بیٹھ کر لاکھوں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ پھر پنجاب میں اہل چشت کے امام حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ پاکپتن شریف جو کبھی ''اجودھن'' کہلاتا تھا، میں تشریف لائے اور دین حق کا پیغام پہنچایا۔

اس طرح صوفیاء کرام کے اسماء کی ایک طویل فہرست ہے جو اس خطے میں آکر اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ بالآخر جب برصغیر پاک و ہند کے لوگ انگریزی غلامی میں گھر گئے تو پھر بھی یہی نظریہ کام آیا جو رفتہ رفتہ ایک تحریک کی صورت اختیار کرگیا اور پھر پاکستان کے خدوخال واضح ہونا شروع ہوئے۔

نظریۂ پاکستان اور علامہ محمد اقبال

غلامی کے دور میں مختلف مسلم قائدین مسلمانوں کے خاص اسلامی تشخص کو اجاگر کرتے رہے اور اس طرف توجہ دلاتے رہے کہ مسلمان ایک خاص قوم ہیں، جن کا سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی و سماجی نظام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کا بیان کردہ ہے۔ جب مسلمانوں میں ایک الگ وطن کا نظریہ پروان چڑھنے لگا تو متحدہ قومیت کے نام پر ''ہندومسلم بھائی بھائی'' کا نعرہ لگایا گیا۔ ہندوؤں نے جس وقت یہ جال پھینکا تو کئی مسلمان قائدین بھی اس سازش کا شکار ہوگئے اور ہندومسلم اتحاد کی بنیاد جغرافیہ کو قرار دیا اور کہا گیا کہ چونکہ ہماری زمین ایک ہے، زبان ایک ہے، رنگ ایک ہے، لہٰذا ہم ہندومسلم ایک ہیں۔

نیشنلزم کے اس نعرہ کو حضرت علامہ اقبالؒ نے بڑے مضبوط دلائل سے مسترد کردیا تھا اور وہ صرف اسلامی قومیت کا پرچار کرتے رہے۔ مسلم ہندوستان کا جو تصور علامہ اقبالؒ نے دیا، بعد میں اسے تصورِ پاکستان یا نظریہ پاکستان کہا جانے لگا۔

☆ مسلم لیگ کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے اپنی رحلت سے کچھ عرصہ قبل حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے ارشاد فرمایا:

''ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں، ان میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں، میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی کشمکش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی بنیادوں پر آزادانہ شوریٰ کا حق حاصل ہونا چاہئے''۔

علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الٰہ آباد 1930ء اور دیگر خطبات میں اس بات کو بڑی شدومد سے واضح کیا کہ ''مسلمان'' ایک قوم کا نام ہے، ان کو علیحدہ ایک وطن کی ضرورت ہے اور پھر ان علاقوں کی بھی نشاندہی فرمائی، جہاں مسلم اکثریتی علاقوں پر مشتمل ایک آزاد اسلامی ریاست بن سکتی ہے۔

☆ علامہ اقبالؒ نے اپنے خطبہ الٰہ آباد 1930ء میں ارشاد فرمایا:

''مجھے ایسا لگتا ہے کہ اور نہیں تو شمال مغربی ہندوستان کے مسلمانوں کو بالآخر ایک اسلامی ریاست قائم کرنی پڑے گی۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں اپنی مرکزیت قائم کرے۔ میں صرف ہندوستان میں اسلام کی فلاح و بہبود کے خیال سے ایک منظّم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتا ہوں''۔

نظریۂ پاکستان اور قائداعظمؒ

قائداعظمؒ کے ارشادات کی روشنی میں بھی ایک جداگانہ قومیت کے تصور اور دوقومی نظریے کی بنیاد پر ایک آزاد اسلامی ریاست کا جو خاکہ سامنے آتا ہے، وہ بھی واضح ہے۔

☆ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس جس میں قرارداد لاہور منظور کی گئی تھی، قائداعظم نے فرمایا:

''اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں بلکہ درحقیقت دو مختلف معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ اس خواہش کو خواب و خیال ہی کہنا چاہئے کہ ہندومسلم مل کر ایک مشترکہ قومیت کی تخلیق کرسکیں گے۔ یہ لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے، نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھاتے ہیں۔ میں واشگاف الفاظ میں کہتا ہوں

کہ یہ دو مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حقائق پر رکھی گئی ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد اور ایک دوسرے کے متصادم ہیں‘‘۔

☆ اس طرح 19 مارچ 1944ء کو طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظمؒ نے فرمایا:

’’اسلام ہمارا راہنما ہے اور ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے جس میں کسی سرخ یا پیلے پرچم کی ضرورت نہیں اور نہ ہمیں سوشلزم، کمیونزم، نیشنلزم یا کسی دوسرے ازم کی ضرورت ہے‘‘۔

قائداعظمؒ نے برصغیر پاک و ہند کے علماء کرام، مشائخ عظام اور مسلمانوں کے جذبات اور نظریات کی تصویر کشی کرتے ہوئے جس پاکستان کا خواب دیکھا اور جس اسلامی ریاست کے قیام میں کامیاب ہوئے، اس کے خدوخال اور نظام کے بارے میں بابائے قوم، بانی پاکستان کے ارشادات تاریخ کا حصہ ہیں۔

☆ ایک بار پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے خطاب میں قائداعظمؒ پر طنز کرتے ہوئے کہا:

’’آج کے سائنسی دور میں جبکہ مذہب، انسانی مسائل کے حل میں ناکام ہوچکا ہے، ہندوستان کا ایک سیاسی دانشور، مذہب کے نام پر ایک الگ ریاست بنانے کا مطالبہ کررہا ہے‘‘۔

قائداعظمؒ نے فوراً اس کا جواب دیا:

’’پنڈت نہرو نے درست کہا کیونکہ ہر شخص اپنے بارے میں صحیح جانتا ہے، ممکن ہے ان کا مذہب ناکام ہوچکا ہو لیکن ہمارے معاملے میں ایسا نہیں، بلکہ اسلام تمام عصری تقاضوں کو پورا کرتا ہے اور ہر دور میں زندہ رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے‘‘۔

پاکستان کا دستور

قائداعظم محمد علی جناحؒ جنہوں نے مسلم قوم کی قیادت کرتے ہوئے شبانہ روز فکری، جسمانی اور ذہنی مشقت برداشت کرتے ہوئے دنیا کی دو منظّم ترین اقوام سے چومکھی لڑائی لڑکر اپنی غلام قوم کے لیے جس ایک آزاد وطن کو حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی، اس کے قیام سے بہت ہی پہلے قائداعظمؒ نے اس کے دستور کے بارے میں دوٹوک الفاظ میں یہ اعلان فرمایا:

’’جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم نے تو جمہوریت تیرہ سو سال پہلے ہی سیکھ لی تھی‘‘۔

☆ اس طرح 25 جنوری 1948ء کو عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر اپنے پیغام میں انہوں نے فرمایا:

’’کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی۔ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں بھی اسلامی اصولوں پر اسی طرح عمل ہوتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ اسلام نے جمہوریت کی راہ دکھائی ہے، مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی اصول پر عمل کرنے پر ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کرسکیں گے‘‘۔

☆ قائداعظمؒ نے پشاور میں جنوری 1948ء میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’ہم نے پاکستان کا مطالبہ محض زمین کا الگ ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے کہ جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزماسکیں۔ اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہئے کہ اس میں اطاعت و وفاکشی کا مرجع خدا تعالیٰ کی ذات ہے، جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ قرآن کریم کے احکام ہی ریاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرسکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی اصول و احکام کی حکومت ہے‘‘۔

☆ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس میں قائداعظمؒ نے یہ خطاب کیا جس میں حلف برداری اور سبکدوش ہونے والے انگریز وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے انتقالِ اقتدار کی کارروائی بھی شامل تھی۔ قائداعظمؒ نے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا:

’’حکومت کا پہلا فرض نظم و ضبط قائم رکھنا ہے تاکہ لوگوں کے جان و مال، عزت اور مذہبی عقائد کا تحفظ ہوسکے۔ اس وقت جو بڑی لعنتیں مسلط ہیں ان میں رشوت خوری اور بے ایمانی بھی شامل ہیں، ہمیں ان کے فولادی پنجے کو توڑنا ہوگا۔ چور بازاری اور نفع خوری ایسی لعنتیں ہیں جو عوام کے لیے سخت مصیبت کا باعث ہیں۔ آپ کو اس عفریت سے بھی جنگ کرنا ہے۔ یہ معاشرتی جرم ہے، چور بازاری کرنے والوں کو سخت

ترین سزائیں ملنی چاہئیں۔ جو چیز میری روح کو سخت تکلیف دیتی ہے وہ ہے بدعنوانی، بددیانتی اور رشوت خوری۔ میں کسی قسم کی رشوت اور بدعنوانی کو برداشت نہیں کرسکتا‘‘۔

☆ مارچ 1948ء کو قائداعظمؒ مشرقی پاکستان کے دورے پر پہنچے تو وہاں بھی انہوں نے فوجی اور سول افسران کے کئی اجتماعات سے خطاب کیا اور ہر موقع پر مملکت کے ملازمین سے ان کا خطاب امانت و دیانت اور اپنے عوام کی خدمت کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے ہی ہوتا کیونکہ ان کی بصیرت انہیں یہ بتا رہی تھی کہ مملکت کے ملازمین کو کنٹرول کرنا اور راہِ راست پہ لانا بے حد ضروری کام ہے تاکہ انتظامیہ بدعنوانی اور نااہلی کے جراثیم سے پاک رہے اور عہد غلامی کی قباحتیں، افسرانہ کرّ وفر اور مملکت کے حقیقی مالکوں، یعنی عوام پر ان کے رعب وغیرہ کی ناروا روایات ختم ہوں۔

اتحاد، ایمان، تنظیم

قائداعظمؒ سیاست میں شمولیت سے لے کر اپنی زندگی کی آخری سانس تک اتفاق و اتحاد کی بات کرتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد بھی آپ ہمیشہ اتحاد کی ہی تلقین کرتے رہے۔

☆ 12 اپریل 1948ء کو اسلامیہ کالج کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ نہ بھولیے کہ ہم ایک ایسی مملکت کی تعمیر کررہے ہیں، جسے پوری دنیائے اسلام کی قسمت بننا ہے، لہٰذا ہماری نظر وسیع ہونی چاہیئے۔ ایسی وسیع کہ وہ صوبائی حد بندیوں، محدود قوم پرستی اور نسلی تعصّبات سے بالا تر ہو اور اتحاد اس کا مرکزی نقطہ ہو‘‘۔

☆ 17 اگست 1948ء کو قوم کے نام عید کے پیغام میں انہوں نے فرمایا:

’’مجھے امید ہے کہ سات کروڑ انسانوں کی یہ متحد قوم جس عزم و استقلال کی حامل ہے اور جس کی تاریخ تہذیب عالم میں شاندار حیثیت رکھتی ہے، اپنا کام جاری رکھے گی اور کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ ہمیں اپنا یہ قول یاد رکھنا چاہیئے۔۔۔ اتحاد، ایمان اور تنظیم‘‘۔

☆ قائداعظمؒ اپنی فوج کو مضبوط اور مستحکم دیکھنا چاہتے تھے۔ دسمبر 1947ء کو کراچی میں پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج کے افسران سے خطاب فرمایا:

’’خدا نے ہمیں یہ سنہری موقع عطا فرمایا کہ ہم یہ ثابت کر دکھائیں کہ ہم واقعی ایک نئی مملکت کے معمار ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ خدارا! کہیں لوگ ہمارے متعلق یہ نہ کہیں کہ ہم یہ بار اٹھانے کے قابل ہی نہ تھے۔ آیئے! ہم پاکستان کی تعمیر و ترقی کا عزمِ مصمم کریں، اسے ایک ایسی عظیم مملکت بنائیں جو ہمارے آنے والی نسلوں کے رہنے کے قابل ہو۔ اس شاندار نصب العین کا تقاضا ہے۔۔۔ کام، کام اور بس کام‘‘۔

قائداعظمؒ کے ان ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کچھ یوں ہوتی ہے کہ نظریہ پاکستان مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

۱۔ اسلامی تشخص وقومیت کی اساس

۲۔ جداگانہ تہذیبوں کا تصور ۳۔ دوقومی نظریہ

۴۔ قرآنی اصول و احکام کی حکومت

۵۔ غیراسلامی نظاموں سے بیزاری ۶۔ جمہوریت

۷۔ مساوات اور معاشی انصاف ۸۔ قومی اتحاد ویکجہتی

مسلمانوں کی ایک طویل جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند کو 14 اگست 1947ء کو پاکستان کی صورت میں ایک نعمتِ عظیم عطا فرمائی۔ جس کے لیے مسلمانوں نے ہر قسم کی قربانیاں دی تھیں۔ تحریک پاکستان کی خون آشام داستان کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ ایک آزاد وطن کے حصول کے لیے جب ’’لے کے رہیں گے پاکستان، بن کے رہے گا پاکستان‘‘ کا نعرہ بلند کیا گیا تو پھر عوام نے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ ہمارے عظیم آباؤ اجداد نے ہمت نہ ہاری۔ ان کے عزمِ مصمم اور جہدِ مسلسل کا نتیجہ تھا کہ بالآخر قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں ایک آزاد مسلم جمہوری ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم قائداعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کا تحفظ کرتے ہوئے اس کی بقاء اور ترقی کے لیے اپنا ہر ممکن کردار ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کرۂ ارضی کو تاقیامِ قیامت آباد وشاد رکھے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

عدنان۔۔۔۔جاوید ہو گئے!

"نو ایشو" کہہ کر ہر مسئلے کا حل دینے والے عدنان جاوید کو جاہ و منصب کی طلب چھو کر بھی نہ گزری تھی

قاضی فیض الاسلام

30 جون 2019ء (اتوار) درد و الم اور رنج و غم میں ڈوبا ہوا وہ دن تھا جب تحریک منہاج القرآن کے ایک مایہ ناز سپوت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بھانجے اور مرکزی سیکرٹریٹ پر ڈائریکٹر فنانس کے عہدے پر فائز محترم عدنان جاویدؒ نہایت ہی مختصر علالت کے بعد صرف 33 سال کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

محمد عدنان جاویدؒ ڈائریکٹر فنانس کے انتہائی اہم اور حساس عہدہ پر گذشتہ 7 سال سے فائز تھے۔ انہوں نے اس ذمہ داری کو وفاداری، وقار اور بہترین صلاحیت کے بھرپور استعمال سے اس طرح نبھایا کہ ان کا خلاء کوئی فرد واحد تو کبھی پر نہ کر سکے گا۔ شاید چند ذہین، باصلاحیت اور محنتی پروفیشنلز آنے والے وقت میں مل کر اس عظیم نقصان کی تلافی کے قابل ہو سکیں۔ مشن کے بہترین مفاد کے لیے کامل دیانتداری کے ساتھ ایک ایک لمحہ گزارنا ان کی پہلی اور آخری ترجیح ہوا کرتی تھی۔ سالانہ عالمی میلاد کانفرنس، دس روزہ اعتکاف، اجتماعی قربانی، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن اور اسی طرح دیگر پراجیکٹس کے فنڈز کے لیے ناظم اعلیٰ اور دیگر قائدین کے ساتھ مل کر پلاننگ کرنا اور اہداف کے حصول اور انہیں زیادہ سے زیادہ نتیجہ خیزی کے لیے خرچ کرنے کے سارے عمل میں ان کا کلیدی کردار ہوتا تھا۔ پراجیکٹس کے لیے مالیاتی اہداف کے حصول کے بعد وہ انتہائی عاجزی سے بالائی قیادت کو خوشخبری سناتے تو ان کی باطنی خوشی ان کے چہرے کی بشاشت سے واضح جھلک رہی ہوتی۔ اعلیٰ قیادت کے ساتھ مسائل ڈسکس کرتے تو ان کے حل کے لیے ان کی فائل میں ایک سے زائد آپشنز موجود ہوتی تھیں۔

وہ حقیقی معنوں میں ایک لیڈر تھے، انہوں نے شیخ الاسلام کے اس فلسفہ کو دل و دماغ میں جاگزیں کر لیا تھا کہ سالوں کی محنت اور عرق ریزی سے حاصل ہونے والی صلاحیت اور اختیارات کو حقیقی معنوں میں تقسیم کرنا اور اپنی مسلسل نگرانی اور رہنمائی میں قابل ٹیم بنانا اور اسے بڑھاتے چلے جانا ہی اصل کامیابی ہے۔ انہوں نے 20 کے قریب نوجوانوں کو اسی اصول کے تحت اپنا دست و بازو بنایا۔ آٹھ MBA,s اور چار ایم فل (جن کی تکمیل قریب ہے) ان کی ٹیم کا حصہ ہیں اور ان کی تعلیمی ترقی کی وجہ عدنان جاوید ہی تھے۔

ان کی زبان پر اکثر انگلش کے دو الفاظ ہوتے No Issue۔ ان کا یہ سٹائل دوسروں کو یہ کہہ رہا ہوتا تھا کہ بڑی سے بڑی مشکل اور رکاوٹ انسان سے شکست کھانے کے لیے ہے۔ ان کا قلب، قلب سلیم تھا اور اس پر نفس کی بجائے روح کی حکمرانی تھی۔ جاہ و منصب کی طلب انہیں چھو کر بھی نہ گزری تھی، عجز و انکساری اور خالص ترین جذبات سے ہم آہنگ مسکراہٹ ان کے بارونق چہرے کا خاصہ تھی جو دوسروں کو پیغام دے رہی ہوتی تھی کہ ان کا باطن سکون اور اطمینان کی دولت سے لبریز ہے۔

مرکزی سیکرٹریٹ، تنظیمات، فورمز، منہاج ویمن کالج، کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن، منہاج یونیورسٹی، منہاج ایجوکیشن سوسائٹی، آغوش اور دیگر ذیلی اداروں میں فیصلہ سازی میں ان کا مرکزی کردار ہوتا تھا۔ اس لیے وہ ڈائریکٹر فنانس سے بہت بڑھ کر تحریک کی اعلیٰ ترین قیادت میں اہم ستون کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ شیخ الاسلام کی توجہ کا وہ مرکز تھے جس کی وجہ سے عدنان جاوید اور برکت لازم و ملزوم ہو گئے تھے۔

درجنوں مسائل کو حل کرنے کے لیے وہ ہمیشہ پرعزم رہتے اور موجودہ ذمہ داری کے تناظر میں ہر کوئی گواہ ہے کہ انہوں نے

روایتی انداز سے ہٹ کر مشکلات کو آسانیوں میں بدلنے میں بنیادی رول ادا کیا۔ تحریکی ساتھیوں کے معاملات حل کرنے کے لیے وہ اپنے اختیارات سے بڑھ کر کردار ادا کرتے اور مختلف متبادل آپشنز کے ذریعے مسئلہ حل کرنے تک چین سے نہ بیٹھتے۔

زندگی میں ایک غفلت یقیناً ان سے ہوتی رہی، اس کا سبب بھی ان کی تحریکی زندگی کی نہ ختم ہونے والی مصروفیات ہی تھیں۔ وہ اپنی صحت کا اچھا خیال نہ رکھ سکے اور اپنے اندر چھپی اور پنپتی ہوئی خطرناک بیماری کا بروقت ادراک اور تدارک نہ کر سکے البتہ وہ ایسے باصلاحیت، ذہین اور انتہائی پروفیشنل صحت مند افراد سے بدرجہا بہتر تھے جن کی منزل دنیاوی مناصب اور آسائشوں کے حصول تک محدود ہوتی ہے اور ان کی زندگی مقصدیت سے کلیتاً خالی ہوتی ہے۔ عدنان جاویدؒ نے تحریک منہاج القرآن جیسی اجتماعیت میں گو بہت کم زندگی گزاری مگر وہ لاکھوں کارکنان اور قائدین کے لیے رول ماڈل بن کر داعیِ عدم کو لبیک کہہ گئے۔

33 سال کی نوعمری میں وہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی تحریک کی مرکزی قیادت میں اہم ترین مقام بنا چکے تھے۔ انہوں نے جو منصب حاصل کر لیا تھا انہیں شائد اس کا خود بھی احساس نہ تھا کیونکہ وہ تو اور آگے اور آگے کے سفر میں ایسی سوچ کو بھی قریب نہیں پھٹکنے دیتے ہوں گے۔ حقیقت میں یہی رویہ انسان کو بلندیاں عطا کرتا ہے۔ عدنان جاویدؒ کم عمری میں ہی بڑا مقام حاصل کر چکے تھے۔ اللہ بھی یقیناً ان سے راضی ہو چکا تھا اس لیے تو اخروی نعمتوں اور اپنا دیدار عطا کرنے کے لیے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مزاج کی سادگی اور عجز و انکساری کے حسن نے ان کی شخصیت کی درجنوں جہتوں اور ہمارے درمیان دبیز پردہ حائل کر رکھا تھا جو ان کی جدائی نے مکمل طور پر ہٹا دیا ہے۔

گذشتہ 25 سال میں راقم نے شیخ الاسلام اور ان کے نور نظر ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو کسی فرد کی رحلت پر اس قدر غمگین اور دل گرفتہ نہیں دیکھا جنازہ اور تدفین کے موقع پر شیخ الاسلام کی دعا نے خود ان کے قلب اطہر میں پنہاں غم کی شدت کو جس طرح ظاہر کیا اس سے وہاں موجود ہر شخص کا سینہ پھٹا جا رہا تھا۔ شیخ الاسلام، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، شیخ حماد مصطفیٰ اور شیخ احمد مصطفیٰ العربی کی شدت غم بتا رہی تھی کہ محترم عدنان جاویدؒ کے لیے خاندانِ القادریہ کی شدید ترین محبت کس درجہ کی ہے۔ عدنان جاویدؒ کے اخلاص اور وفاداری کو منہاج القرآن کا ہر کارکن بوسہ دیتا ہے اور اُن کے مقدر پر نازاں وفرحاں ہے۔

صدق، اخلاص، وفاداری، امانت، دیانت، خدمت، فراست و بصیرت، بردباری، کمال درجہ عجز و انکساری، حیاء اور تقویٰ سے مزین عدنان جاویدؒ بھائی کا سفر آخرت دیدنی اور قابل رشک تھا۔ جانا تو سب نے ہے مگر وہ جس طرح روانہ ہوئے ایسی رخصتی لاکھوں کروڑوں میں کسی ایک کا مقدر ہوتی ہے۔

جنازہ میں شرکت کے لیے چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری خصوصی طور پر لندن سے تشریف لائے۔ شیخ الاسلام نے جنازے کے بعد ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کے دوران جو الفاظ استعمال فرمائے وہ عدنان جاویدؒ ہی کا نصیب تھے۔ کسی بڑے سے بڑے تحریکی قائد، عہدیدار یا کارکن کے لیے ایسی دعا راقم نے کبھی نہیں سنی۔ جنازہ اور تدفین کے مناظر کا ہر لحہ منہاج ٹی وی کے ذریعے شیخ الاسلام نے لندن میں دیکھا۔ یہ منظر بھی پہلی دفعہ دیکھنے کو ملا۔ تدفین کے بعد انہیں شیخ الاسلام نے جن دلی کیفیات اور دعاؤں کے ساتھ اللہ کے سپرد کیا اس کو بیان کرنا احقر کے لیے ممکن نہیں۔

شیخ الاسلام نے حق فرمایا کہ عدنان جاویدؒ (جنت میں ہمیشہ رہنے والا) کی قبر سے اردگرد کی قبور کو بھی فیوض و برکات نصیب ہوں گے اور عدنان جاویدؒ ان میں سے ہوں گے جو اپنے خاندان کی شفاعت کا باعث بنیں گے۔

عدنان جاویدؒ یقیناً اپنے نام کے معنی اور مفہوم کو بہت زیادہ جانتے تھے اس لیے انہوں نے اپنے عمل صالح اور تقویٰ سے اس کی لاج رکھی اس لیے میں یہ ضرور کہوں گا کہ عدنانؒ۔۔۔۔ جاوید ہو گئے!

آخر میں دعا گو ہوں کہ عدنان جاویدؒ کی قبر پر ہمیشہ کروڑوں رحمتوں کی برسات ہوتی رہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہر لحہ ان کے درجات میں بلندی کے سلسلہ کو جاری رکھے۔ بارگاہ الوہیت سے شیخ الاسلام کی فیملی، عدنان جایدؒ کے والدین، بھائی، ہمشیرگان اور خاندان کے دیگر افراد اور منہاج القرآن فیملی کے لاکھوں سوگواران کو اس عظیم صدمہ پر صبر کی وافر دولت میسر ہو۔ (آمین ثم آمین) ❁❁❁❁❁

''عدنان جاوید امانت و دیانت کا پیکر تھے''

نمازِ جنازہ اور قل خوانی کے موقع پر شیخ الاسلام کی خصوصی گفتگو / تعزیتی ریفرنس

اندرون و بیرون ملک تنظیمات اور مختلف شخصیات کا اظہار تعزیت

خصوصی رپورٹ

نمازِ جنازہ کے موقع پر شیخ الاسلام کی خصوصی گفتگو و دعا

شیخ الاسلام نے محترم عدنان جاوید کی نماز جنازہ اور تدفین کے وقت درج ذیل خصوصی گفتگو اور دعا فرمائی:

اے اللہ! یہ پاکیزہ و نیک سیرت نوجوان، امانت و دیانت کا پیکر، مسکرانے والا چہرہ، تیرے دین اور مشنِ مصطفوی کی خدمت اور حفاظت کرنے والا، جس نے مشن کے معاملات کی حفاظت ونگہبانی کے لیے دن رات محنت کرنے کے سبب اپنی صحت و علالت کی پرواہ بھی نہ کی۔ اس کے چہرے پر ہمیشہ نرمی، مسکراہٹ، حیا اور وہ ساری صفات جو تو نے قرآن مجید میں جنتیوں کے لیے گنوائی ہیں، وہ سارے وصف میں اس کے چہرے، اس کی زندگی، اس کے کلام و گفتگو اور امانت و دیانت میں دیکھتا تھا۔ اس نے زندگی بھر کسی کی شکایت نہ کی اور نہ کسی دوسرے نے اس کی شکایت کی۔ کبھی کسی سے غصے اور ناراض ہوتے نہ دیکھا گیا۔ جس نے اپنی جوانی کی عمر تیری تابعداری، تیرے دین کی خدمت گزاری اور تیرے حبیب ﷺ کی غلامی میں بسر کردی۔ اس نے جوانی میں وہ کام کیے، وہ وفاداری کی کہ جو پختہ عمر والے بھی نہیں کرسکتے۔ ہم سب اس کی پاک سیرت، پرہیزگاری اور امانت و دیانت کی گواہی دیتے ہیں۔

اے اللہ! تو نے تھوڑے وقت کے لیے یہ امانت دی تھی، اب یہ امانت تیرے سپرد کرتے ہیں، تیری بارگاہ میں اتنی درخواست ہے کہ تجھے تیرے حبیب ﷺ کا واسطہ اس کو اپنی رحمت و بخشش کی گود میں لے لے، اس کی قبر کو جنت الفردوس بنادے، حضور ﷺ اس کو پہچان لیں کہ یہ میرا غلام ہے۔

میرے مولا! اسے نور اور مغفرت و بخشش عطا کر۔ اس پر اپنی رحمتوں اور فضل کی بارش فرما۔ جب فرشتے سوال کرنے کے لیے آئیں تو اس کی زبان کو ایسی استقامت عطا کرنا کہ وہ اس امتحان میں کامیاب ٹھہرے۔ میرے مولا! اپنے فضل اور حضور ﷺ کی شفاعت کے سبب اس کو بغیر حساب و کتاب کے بخش دے، اس کی قبر کو جنت کا باغ بنادے اور انبیاء، صدیقین، شہدا و صالحین کی معیت عطا کر۔ حضور ﷺ! اس کو اپنی شفاعت کے دامن میں لے لیں۔ میرے مولا! تجھ سے اس کی بخشش و مغفرت کی خیرات مانگتے ہیں۔ اے اللہ! اس کی قبر کو عرش تا تحت السریٰ تک نور سے بھر دے۔ اس کے اردگرد لیٹے ہوئے لوگوں کو بھی اس کی بخشش کا فیض ملے۔ اس کو خاندان اور قریبی دوستوں کی شفاعت کرنے والا بنادے۔ اس کے والدین، بیوہ، بہن بھائیوں، لواحقین، رشتہ داروں اور تمام متعلقین کو صبر جمیل عطا فرما۔

قل خوانی کے موقع پر شیخ الاسلام کا اظہار خیال

مرکزی سیکرٹریٹ پر منعقدہ قل خوانی کی تقریب میں شیخ الاسلام نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:

جب میں عدنان جاوید کو دیکھتا ہوں تو مجھے یوں لگتا ہے کہ اس نے اپنی تیاری تھوڑے وقت میں مکمل کرلی تھی۔ کچھ لوگ بہت دیر لگاتے ہیں تب بھی تیاری پوری نہیں کرپاتے، کچھ لوگوں کو اللہ رب العزت ایسی صلاحیتیں دیتا ہے کہ وہ تھوڑے وقت میں بڑی تیاری کرلیتے ہیں۔ سچ بات ہے کہ وہ جلد اس لیے چلا گیا کہ اس کی تیاری مکمل ہوگئی تھی۔ اللہ رب العزت نے مومنین و مومنات کے لیے جو وعدے فرمائے ہیں ان وعدوں کو مکمل کرنے

پر اللہ نے جزا و انعام عطا کرنے کے لیے اپنے پاس بلا لیا۔

فنانس کا ڈائریکٹر ہونے کے ناطے ہر ایک سے اس کا تعلق ہوتا تھا، اس کے باوجود میں نے اپنے کانوں سے نہیں سنا کہ اس نے کبھی کسی کا شکوہ کیا ہو یا کسی اور نے اس کا شکوہ کیا ہو۔ میں بطور گواہ اس بات کی شہادت دے رہا ہوں۔ یہ کتنی بڑی مومنانہ بات ہے کہ نہ بندہ کسی کے بارے شکوہ کرے اور نہ کوئی دوسرا اس کے بارے میں شکوہ کرے۔ ہر وقت اس کے چہرے پہ تبسم اور مسکراہٹ تھی۔ عدنان کی ان خوبیوں کے تذکرہ سے میں آپ کو ایک ماڈل دے رہا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک عدنان بن جائے۔ میرا غم یہ نہیں کہ میرا بھانجا چلا گیا، میرا غم یہ ہے کہ میری تحریک سے ایک ایسا انسان، ایک ایسا کارکن اور ایک ایسا فرزند چلا گیا جس کی یہ خصلت تھی کہ وہ مشن کی محبت میں ہر وقت فنا رہتا تھا، مشن کو اپنی جان پر ترجیح دیتا تھا۔ رات ہو یا دن، صحت ہو یا علالت اس کا غم اور خوشی مشن، تحریک اور تحریک کا مفاد تھا۔ اپنی جان پر اپنے کاز کو ترجیح دینا ایک بڑا مومنانہ عمل ہے۔ اگر مشن کا کوئی ٹارگٹ Achieve ہوجاتا تو اس کی خوشی کی کوئی حد نہیں رہتی تھی جیسے انسان کی اپنی زندگی میں بہت بڑی آرزو پوری ہوگئی ہو۔

اس کے پاس ذمہ داری ایک تھی مگر مدد ہر ایک کی کرتا تھا، مشاورت و رہنمائی ہر ایک کو دیتا تھا۔ اس نے کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ میرا کام ہے یا نہیں۔ اس کے لیے مشن اور تحریک کے اندر کام کی Limitations نہیں تھیں۔ کسی کے کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا اور کسی کو اگر مدد چاہیے تو اس میں کسی اعتبار سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ ہر وقت مختلف پہلو سوچتا تھا کہ کس طرح مشن کے امور کو مزید احسن انداز میں آگے بڑھایا جائے ۔حتی کہ وہ اپنے آرام کے اوقات کو بھی مشن کے لیے قربان کرتا تھا۔ اس میں وفا کمال درجے پر تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تھوڑی عمر میں بڑی Maturity دے دی تھی۔

ایک اور بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ Team builder تھا، وہ سنگل پلیئر نہیں تھا، اپنے شعبے میں موجود ممبران کی تربیت کرتا اور Replacement تیار کرتا تھا۔ تھوڑی عمر میں اس نے وہ خوبیاں حاصل کرلی تھیں کہ جن کے حصول کے لیے لوگ اپنی ساری عمر لگا دیتے ہیں۔ علالت کے آخری ایام میں بھی مشن کی فکر سے بے نیاز نہیں تھا۔ جس رات وفات ہوئی اس رات بھی سٹاف ممبران کو بلا کر چیزیں سمجھائیں۔ وجہ یہ نہیں کہ اسے رخصت ہوجانے کا اندیشہ تھا بلکہ وہ ایسا تھا کہ معلومات Share کرنے میں اور دوسرے کو Facilitate کرنے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی اپنی طبیعت پر بوجھ محسوس کرتا تھا۔ وہ دیکھنے میں ایک ماڈرن نوجوان تھا مگر اس کی عادات، طبیعت، اخلاق، معاشرت، تعلق، سوچ الغرض تمام کچھ صوفیاء کی طرح کا تھا۔ تکبر و رعونت، سے پاک، تواضع و انکساری کا پیکر تھا، بڑے کا ادب، چھوٹے کے ساتھ شفقت، اخلاق کی فراوانی گویا اللہ رب العزت نے اس کو تمام اوصاف و اخلاقِ حمیدہ سے مزین کر رکھا تھا۔

عدنان جیسے فرزند تحریکوں، تنظیموں اور جماعتوں کو مدتوں کے بعد کبھی کبھی نصیب ہوتے ہیں۔ یہ ایسی روحیں ہیں جو نایاب ہوتی ہیں۔ عدنان کو عادات، رویہ، اخلاق، معاملہ سازی، تعلق کسی بھی زاویہ سے دیکھیں، اس میں خوبیاں تہہ در تہہ تھیں، جیسے ایک تہہ اترے تو اس کے بعد اور تہہ آجاتی ہے۔ وہ ہر ایک کے ساتھ برتاؤ میں اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمائے، حضور نبی اکرم ﷺ کی شفاعت عطا فرمائے اور انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کی سنگت عطا فرمائے۔

مرکزی سیکرٹریٹ پر منعقدہ تعزیتی ریفرنس

مرکزی سیکرٹریٹ پر محترم عدنان جاوید مرحوم کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے تعزیتی ریفرنس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری اور قائدین نے اظہار خیال فرمایا:

ا۔ محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

محترم عدنان جاوید منہاج القرآن انٹرنیشنل کے اکاؤنٹس اور اس کی امانتوں کے رکھوالے تو تھے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ پوری تحریک اور مشن کے راز دان اور حفیظ و امین بھی تھے۔ وہ صرف عدنان جاوید نہیں بلکہ میرے لیے اور ڈاکٹر حسین صاحب کے لیے درحقیقت بھائی تھے۔ وہ ہمارے لیے تحریک کے حوالے سے سکون تھے۔ وہ وفا کا ایک استعارہ، اعتماد کی علامت، بلند حوصلہ، صائب الرائے، وفا شعار، مشن کے لیے سچے اور مخلص موتی اور ہیرے تھے۔

اللہ نے انہیں ایسی صلاحیتوں اور نعمتوں سے نوازا تھا جو

بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہیں۔ دیکھنے میں وہ ایک ماڈرن نوجوان تھے مگر حقیقت میں وہ صوفی تھے۔ درحقیقت اللہ رب العزت نے انہیں اپنے مبارک اور مقرب بندوں والی خصلتیں عطا کررکھی تھیں۔ اخلاق، دیانت، سخاوت و فیاضی، اعتماد، سوچ وفکر، اخلاق و رویے اور معمولات میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ اپنی سوچ وفکر میں سراپا مشن بن چکے تھے۔ تنگ دلی، لالچ، بغض، کینہ اور مقابلہ بازی جیسی عادات سے ان کا دل صاف و شفاف تھا۔ ہمہ وقت تحریک کی بہتری، تحریک اور مشن کے وسائل کے بارے فکر مند رہتے۔

بہت کم لوگوں میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ مسائل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کا حل بھی سوچ کر لائیں۔ عدنان بھائی انہی لوگوں میں سے ایک تھے۔ کسی بھی مسئلہ پر ایک حل نہیں بلکہ تین چار حل پہلے سے ان کے پاس موجود ہوتے۔ جس الجھے ہوئے مسئلے کو سلجھانے کے لیے جہاں بھی گئے کامیاب ہوکر لوٹے اور اس کامیابی کا کریڈٹ خود پہ نہ ڈالتے اور نہ ہی اس پر ڈھنڈورا پیٹتے بلکہ خاموشی سے مشن کی خدمت کرتے چلے جاتے۔ مشن کے حوالے سے ملنے والی کامیابی اور خوشخبری انہیں خوشی سے نہال کردیتی۔ وہ مشن میں فنا ہوچکے تھے۔ مشن ان ہی کو اپنے اندر فنا ہونے کی اجازت دیتا ہے جس میں فنا ہونے کی خوبیاں اور صلاحیتیں ہوں۔ آج وہ قبر میں نہیں گئے بلکہ ڈائریکٹ جنت میں گئے ہیں۔ ان کی شخصیت میں تحمل و برداشت، بردباری و سمجھداری، بصیرت و تدبر تھا۔ 33 سال کی عمر میں ہی کمال Maturity تھی جبکہ لوگ تو مشکل سے پچاس پچپن سال کے عرصے میں جاکر Mature ہونے کے ساتھ صائب الرائے ہوتے ہیں پھر فیصلہ سازی اور مشاورت میں شریک ہوتے ہیں پھر جا کر وہ مشن کا اثاثہ بنتے ہیں لیکن عدنان بھائی تو ایک مختصر عرصہ میں سب کچھ کر گئے، اپنا فرض بھی ادا کرگئے، خدمت بھی سرانجام دے گئے اور اپنی آخرت بھی سنوار گئے اور اللہ نے جو کچھ ان کے لیے لکھا تھا، اس کے حق دار ٹھہرے۔

انہوں نے اپنے شعبہ کے ہر فرد کی نہ صرف پروفیشنل حوالے سے بلکہ مزید علم کے حصول کے لیے بھی حوصلہ افزائی کی۔ وہ اپنے شعبہ کی معلومات کو تمام ممبران سے باقاعدہ شیئر کرتے اور قدم قدم پر ان کی رہنمائی کرتے ہوئے مشن کی بہتری کے لیے ہر وقت کوشاں رہتے۔ یہ سارے دل مغموم اور ساری آنکھیں اشکبار کیوں ہیں؟ کیونکہ وہ ایسی خوشبو چھوڑ گئے جو ختم نہیں ہوسکتی۔ وہ ہم میں ایک ایسی کمی چھوڑ گئے جسے کوئی پوری نہیں کرسکتا۔

وہ شیخ الاسلام کے بیٹے بھی تھے اور اعتماد بھی تھے۔ عدنان بھائی کے ذمہ داریاں سنبھالنے سے پہلے شیخ الاسلام فنانس کے معاملے میں پوچھتے اور خبر رکھتے تھے مگر جب سے معاملات عدنان بھائی کے حوالے ہوئے، اس کے بعد کبھی پوچھا ہی نہ تھا۔ جب بھی کوئی معاملہ آتا تو بس یہی فرماتے کہ بیٹے عدنان کو بلالو، ڈسکس کرلو یعنی اس حد تک ان پر اعتماد تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کا اعلیٰ علیین میں مقام بلند فرمائے۔ ہم سب ان کے پسماندگان میں شامل ہیں جن کو وہ تنہا چھوڑ گئے۔ ہم سب کو اللہ صبر عطا فرمائے اور مشن کے لیے ہر شخص کو عدنان بنائے اور وہ خوبیاں پیدا کرنے کی اپنے اندر توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ان کا اگلا سفر، منزلیں آسان فرمائے۔ انہیں انبیاء، شہداء، صدیقین اور اولیاء و صالحین کی سنگتیں عطا کرے، جس کے وہ مستحق ہیں۔

۲۔محترم بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خان (نائب صدر تحریک)

بچھڑا وہ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

میں سمجھتا ہوں سارے جہان کو ویران کرگیا، اس لیے کہ آج مغرب سے مشرق تک منہاج القرآن کے پلیٹ فارم سے عدنان جاوید کے لیے قرآن خوانی ہورہی ہے۔ زندگی میں انسان کے اوپر کٹھن مراحل آتے ہیں، آج میں بھی ایسے ہی ایک کٹھن مرحلہ پر کھڑا ہوں۔ وہ ہاتھ جو کبھی اس کی درازی عمر کے لیے اٹھتے تھے، آج اس کی مغفرت اور بخشش کے لیے اٹھ رہے ہیں۔ عدنان جاوید کا مجھ سے تعلق دو دہائیوں پر مشتمل ہے۔ میرے لیے عدنان ایک جواں سال دوست، ہم راز اور مشیر تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ یہ شخص پرانی سنہری قدروں کا حامل نوجوان ہے جو آج کے زمانے میں پرانی سنہری اقدار پر بڑی خوبصورتی سے گامزن اور عمل پیرا ہے۔ میری دعا ہے منہاج القرآن کو ایسے ہیرے ملتے رہیں اور ہم اس مشن کو آگے لے کر چلتے رہیں۔ جس طریقے سے اس کی رخصتی ہوئی

ہے اس سے ان کے اہل خانہ کو اطمینان ہو کہ یہ شخص درویش تھا جس کو اللہ نے ہمارے کام سدھارنے کے لیے بھیجا اور جب وقت پورا ہوگیا، اسے بلالیا گیا۔

۳۔محترم خرم نواز گنڈا پور (ناظم اعلیٰ تحریک)

میں سمجھتا ہوں کہ جس کردار و سیرت کو وہ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے۔ جو خصوصیات ایک مومن اور ایک مسلمان میں ہونی چاہئیں وہ سب میں نے عدنان جاوید مرحوم میں دیکھیں۔ درجنوں معاملات میں ہم آپس میں مشاورت کرتے تھے اس دوران ان کی رائے بھی ہوتی تھی لیکن میں نے ہمیشہ یہ دیکھا کہ ان کی رائے ہمیشہ بھلائی کی طرف تھی۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ ہم کس طریقے سے کسی کی مدد کرسکیں۔ اگر ایک راستے سے نہیں ہوسکتی تھی تو دوسرے راستے کی نشاندہی کرتے تھے۔ اگر دوسرے راستے سے ممکن نہیں تھا تو تیسرا راستہ تھا۔ کئی بار کہا کہ فلاں کا تعاون اگر ہمیں جیب سے بھی کرنا پڑے تو کرنا چاہئے کیونکہ یہ شخص مستحق ہے۔ وہ درد دل، احساس ذمہ داری، ایمان داری، وفا شعاری میں سب سے بڑھ کر تھے۔ کبھی ایسا لمحہ نہیں آیا کہ انہوں نے پروفیشنل و آفیشل رائے کے علاوہ کسی کی ذات کے اوپر کبھی مجھ سے گفتگو کی ہو۔

سب نے چلے جانا ہے مگر ایسی موت بہت کم لوگوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔ دنیا کا کاروبار چلتا رہے گا لیکن وہ اپنی موت سے جو خلا چھوڑ گئے ہیں وہ کبھی پورا نہیں ہوسکے گا۔ جتنی محبتیں وہ بانٹ گئے اور جتنی دعائیں سمیٹ گئے، اللہ تعالیٰ کرے کہ وہ ہر مسلمان کے نصیب میں ہوں۔

۴۔محترم رانا محمد ادریس (نائب ناظم اعلیٰ)

موت برحق ہے مگر ایک ایسی موت جس موت کے بعد اس شخص کے حسنِ عمل کی گواہی وقت کا مجدد دے، یہ سعادت شاید کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام کو ان پر کتنا بھروسہ ہوگا اوران کی نیت کا حسن کیا ہوگا کہ جس کو دیکھتے ہوئے شیخ الاسلام نے ان کو اتنے بڑے منصب پر بٹھادیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ مجھے ان سے کوئی گلہ شکوہ نہیں تھا بلکہ وہ گلہ کرنے کا موقع ہی نہیں دیتے تھے اور ہر کام کو بروقت سرانجام دیتے۔ جن پر نگاہ یار ہوجائے وہ مرتے نہیں بلکہ زندہ ہوجاتے ہیں۔

وہ اور ہوں گے جنہیں موت آئے گی بیدم
نگاہ یار سے پائی ہے زندگی ہم نے

عدنان بھائی کی خدمات کو جتنا بھی خراج تحسین پیش کیا جائے اتنا کم ہے۔ ان کا خلا پورا نہیں ہوسکے گا۔

تیرے بغیر ہم جو گلستان میں آگئے
محسوس یوں ہوا ہے کہ بیاباں میں آگئے

۵۔محترم جواد حامد (ناظم سیکرٹریٹ و اجتماعات)

عدنان بھائی اس تحریک کے مرکز کی جان اور شان تھے۔ جتنی باتیں ان کے بارے میں کی جائیں وہ کم ہیں۔ ان کے ان اوصاف پر ہم سب متفق ہیں کہ وہ ملنسار، دیانتدار، مسکراتا ہوا چہرہ، محنتی اومخلص ساتھی تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک خاص چیز جو ہم سب نے ان میں دیکھی اور قائدین سے ڈرائیورز تک سب کہتے ہیں کہ جو تعلق عدنان بھائی کا میرے ساتھ تھا، جو اعتماد کا رشتہ اور دوستی میرے ساتھ تھی شاید وہ اور کسی کے ساتھ نہیں ہے۔ ہر ایک کا ان سے ایک خاص اپنائیت کا تعلق تھا جو انہیں ہم سب سے منفرد بناتاہے۔ ہم ان پر جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے۔ ہم ایک مخلص، Committed، دیانتدار، ایماندار، ذمہ دار دوست سے محروم ہوگئے ہیں۔ اس چیز کا دکھ ہمیں ہمیشہ رہے گا۔

۶۔محترم امجد علی شاہ (ڈائریکٹر MWF)

زندگی میں کچھ ایسے لمحات آجاتے ہیں کہ بندے کے لیے اپنا آپ سنبھالنا مشکل ہوجاتا ہے۔ عدنان بھائی کی وفات بھی انہی لمحات میں سے ایک ہے۔ تحریک منہاج القرآن میں ورکرز کے لیول پر شیخ الاسلام کی جو نظر قربت عدنان بھائی کو ملی وہ شاید کسی اور کے حصے میں نہ آئے۔ ویلفیئر کے معاملات کے انتظام و انصرام میں عدنان جاوید میرا دست و بازو نہیں بلکہ وہ میری ریڑھ کی ہڈی رہا۔ آج تک امجد علی شاہ کی جتنی بھی کامیابیاں تھیں وہ ساری عدنان جاوید کی تھیں، اس لیے کہ میری بیک پر وہ تھے۔ کامیابیوں کے تمغے میرے سینے پہ ہوتے تھے مگر ساری سپورٹ عدنان بھائی کی ہوتی تھی۔ ویلفیئر کے تمام پروجیکٹس میں ان کی ذاتی دلچسپی کارفرما ہوتی تھی۔ وہ صرف کام کو جاننے والے اور امانتدار ہی نہیں تھے بلکہ میرے

قائد نے یہ لفظ استعمال کیا ہے کہ وہ تحریک کی امانتوں کی پہرہ داری کرتے تھے۔ تحریک کے لیے انہوں نے سب سے مقدم چیز یہ رکھی کہ کسی کی عزت نفس مجروح نہ ہو اور جو مستحق ہیں اس کو اس کا حق پہنچے۔

۷۔ محترم نوراللہ صدیقی (ڈائریکٹر میڈیا)

میرا ایک دعویٰ تھا جو غلط ہوگیا۔ میں سمجھتا تھا کہ عدنان جاوید میرا سب سے زیادہ مخلص اور بہترین دوست ہے لیکن آج معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں تو ہر ایک کا یہی دعویٰ ہے کہ وہ میرے بہترین دوست تھے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس دنیا میں درد بانٹتے ہیں۔ ان کا کردار Pain Killer کا ہوتا ہے، Peace Maker کا ہوتا ہے، دلوں کو جوڑتے، عزت نفس کا خیال رکھتے ہیں، عدنان ان ہی لوگوں میں سے تھے۔ وہ پردہ، راز اور وہ دوست تھے جو قدم قدم پر محبتیں بانٹتے تھے۔ میں ان کو وہ خوش قسمت انسان سمجھتا ہوں کہ جس کی زندگی بھی باوقار تھی۔ موت بھی باوقار ہے اور انہوں نے اپنے والدین کو ان کی پرورش کے ذریعے سرخرو کیا، دوستوں کو سرخرو کیا۔ تحریک کو جو ان سے توقعات وابستہ تھیں تحریک اس میں سرخرو ہوئی۔

۸۔ محترمہ فرح ناز (صدر ویمن لیگ)

ناظم مالیات کے عہدہ پر براجمان کسی بھی شخص کے بارے کوئی یہ کم ہی امید رکھے گا کہ وہ اخلاق اور برتاؤ میں اتنے تعاون کرنے والے، عزت کرنے والے اور راہیں نکالنے والے ہوں گے مگر عدنان بھائی اس تصور کے بالکل برعکس تھے۔ یہ بڑی اہم بات ہے کہ اس ٹیکنیکل اور انتظامی عہدہ پر انتہائی اعلیٰ منصب پر بیٹھا ہوا ایک شخص ہر ایک کو اتنی Respect دے رہا ہو، اتنی محبتیں بانٹ رہا ہو کہ ہر آنے والا فرد اس سے خوش جارہا ہو۔ یہ ایک ایسا ماڈل ہے کہ جو یقیناً ہم سب کے لیے بہت کچھ سیکھنے کا باعث ہے۔ قائدمحترم کی فیملی کا ایک نمائندہ ہونے کا حق اور تقاضے انہوں نے بہت خوب نبھائے اور نبھانے کا حق ادا کیا۔ کسی اور میں یہ خوبی بہت کم نظر آتی ہے۔

۹۔ محترم عرفان یوسف (صدر MSM)

عدنان بھائی سے میرا تعلق پندرہ سال پر محیط ہے۔ منہاج یونیورسٹی میں ہم سے سینئر تھے۔ مجھے کافی عرصہ بعد پتہ چلا کہ عدنان بھائی قائدمحترم کے بھانجے ہیں۔ انہوں نے خود سے کبھی Show نہیں کیا تھا کہ میں قائدمحترم کا بھانجا ہوں۔ دوسروں کی مدد کرنا شروع سے ان کی طبیعت تھی۔ مرکز پر خدمت کے پانچ سالوں میں کوئی ایک ایسا لمحہ نہیں آیا کہ مجھے ان سے کوئی شکایت ہوئی ہو۔ ان کی طبیعت میں ہمیشہ یہ بے قراری رہتی کہ مجھ سے کسی کو فائدہ ہوجائے اور میں کسی کے لیے نقصان کا باعث نہ بنوں۔

۱۰۔ محترم سہیل احمد رضا (ڈائریکٹر انٹرفیتھ ریلیشنز)

عدنان جاوید مرحوم میں جو اخلاص اور محبت تھی اور جو تحریک کے ساتھ ان کا رشتہ تھا، اس سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ میں اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کی سیرت کے جو گوشے یہاں بیان کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۱۔ محترم قاضی فیض الاسلام (PSO شیخ الاسلام)

عدنان جاوید بھائی نے محبت کی ان دیکھی ڈور سے سب کو باندھا ہوا تھا۔ وہ کمال کی شخصیت تھے۔ وہ فنا فی الشیخ تھے۔ شیخ الاسلام کے ساتھ اُن کا جو رشتہ تھا اس رشتے کا کبھی انہوں نے فائدہ نہیں لیا بلکہ اپنی مستقل مزاجی اورکمال محنت سے اپنا مقام بہت کم عرصے میں بنایا۔ وہ پیکر صدق و اخلاص تھے۔ وہ وفاداری، امانت، دیانت، خدمت دردمندی فراست، بردباری، عجز و انکساری اورتقویٰ کا پیکر تھے۔ اللہ ان کے مزید درجات بلند کرے۔

۱۲۔ محترم میاں زاہد الاسلام

میں قائدمحترم سے عدنان بھائی کی زندگی میں کہا کرتا تھا کہ مجھے اگرمسجد میں لے جائیں اورکسی شخص کی ایمانداری کا مجھ سے قرآن پر حلف لینا ہوتو میں عدنان کے علاوہ کسی کا حلف نہیں دے سکتا۔ وہ بے نیازطبیعت کے مالک تھے، لالچ اور ہوس نام کی کوئی چیز اُن میں نہ تھی۔ ہاں، دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے بھاگ دوڑ کرتے نظر

آتے۔ وہ سخی دل آدمی تھا، قائد محترم سے عشق تھا، مشن کے پیسوں کی حفاظت اپنی جان سے بھی بڑھ کر کرتا تھا۔ وہ ایک عظیم انسان تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شیخ الاسلام نے اس کے کردار کی گواہی دی۔

۱۴۔ محترم شہزاد رسول (ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز)

عدنان بھائی حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ ''**خیر الناس من ینفع الناس**'' کے مصداق تھے۔ آفس بوائے سے لے کر ناظم اعلیٰ تک جو آنکھوں میں آنسوؤں کی برسات ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قائد محترم نے مومن کی جو صفات گنوائی تھیں وہ ان میں پائی جاتی تھیں۔ ان کو ہر وقت دوسرے کے دکھ درد کا احساس رہتا۔ ہر وقت لوگوں کی بھلائی کا سوچنا اور بھلائی کرنا ان کا وصف تھا۔ ہم نے ان کی زندگی سے ایک دوسرے کی بھلائی اور دکھ درد میں شریک ہونے کا درس حاصل کرنا ہے۔

۱۵۔ محترم غلام ربانی تیمور

محترم غلام ربانی تیمور نے منظوم انداز میں محترم عدنان جاوید کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا:

میرے طاہر کی نگری کا وہ اک ایسا قلندر تھا
وہ خالی ہاتھ رہ کر بھی زمانے کا تونگر تھا
خدا نے خود بنایا تھا جسے عدنان اے لوگو
وہ منہاج القرآن کے آشیانے کا سکندر تھا
زمانے بھر کے دکھ سہہ کر اسے محسوس کر تیمور
یہ اس کا مسکرانا بھی میرے طاہر کا مظہر تھا

بیرون ملک تعزیتی تقریبات کا انعقاد

محترم عدنان جاوید کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے سلسلہ میں بیرون ملک موجود منہاج القرآن کی جملہ تنظیمات نے قرآن خوانی کی محافل اور تعزیتی ریفرنسز کا انعقاد کیا۔ جس میں مرحوم کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کی بلندی درجات اور بخشش کی خصوصی دعا کی گئی۔ اس سلسلہ میں مرکزی تقریب لندن میں منعقد ہوئی جس میں برطانیہ بھر سے قائدین و کارکنان تحریک نے خصوصی شرکت کی۔ اس پروگرام کی صدارت شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے کی۔ اس موقع پر آپ نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ

ہم سب ایک مشترکہ تعزیت میں شریک ہیں۔ یہ تعزیت کسی ایک فرد یا فیملی کے لئے نہیں بلکہ تحریک کے جملہ رفقاء و وابستگان کے لئے یکساں ہے۔ عدنان جاوید ہم سب کا مشترکہ سرمایہ تھا اور ایسا سرمایہ تھا کہ تحریکوں، جماعتوں اور تنظیموں میں ایسے افراد اور ایسے جوان روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ وہ اپنی خوبیوں، اخلاق، وفاداری، تابعداری و استواری، کام کی سوجھ بوجھ، قابلیت و صلاحیت اور مشن کے لیے قربانی میں ان لوگوں میں سے تھا جن کو آپ یکتا، بے مثال اور بے نظیر کہتے ہیں۔

☆ منہاج القرآن آسٹریلیا کے زیر اہتمام بھی تعزیتی پروگرام میلبورن (آسٹریلیا) میں منعقد ہوا جس میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے خصوصی شرکت کی اور اظہار خیال کرتے ہوئے محترم عدنان جاوید کی زندگی پر روشنی ڈالی کہ مرحوم ایک محنتی، مخلص اور باوفا کارکن تھے۔ وہ حقیقی معنوں میں کارکنان تحریک کے لئے ایک نمونہ اور مشن کا اثاثہ تھے۔

اس موقع پر انھوں نے گہرے غم اور دکھ کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے بلندی درجات کی خصوصی دعا کی۔

مرکزی جماعت اہلسنت UK کا اظہار تعزیت

مرکزی جماعت اہلسنت یو کے کے چیئرمین محقق اسلام علامہ پیر سید زاہد حسین شاہ رضوی، ترجمان جماعت اہلسنت علامہ مفتی فضل احمد قادری، مفسر قرآن علامہ قاضی محمد عبداللطیف قادری (سابق صدر)، نقیب فکر دیوان حضوری صاحبزادہ پیر دلدار علی شاہ قادری (سابق صدر)، مرکزی صدر علامہ پیر مفتی محمد اختر علی قادری، سینئر نائب صدر صاحبزادہ حافظ محمد ظہیر احمد نقشبندی، سیکرٹری جنزل مولانا محمد بشیر خان نقشبندی، سیکرٹری نشرواشاعت مولانا حافظ نثار احمد رضا، مرکزی خازن جانشین مفکر ملت صاحبزادہ احمد وقار بیگ قادری، قاری محمد زمان صاحب قادری (نائب سیکرٹری)، خطیب سادات علامہ پیر سید اشتیاق شاہ گیلانی (نائب صدر ساؤتھ)، مولانا پیر محمد احمد نقشبندی، مولانا حافظ عبدالعزیز نقشبندی، مولانا قاری محمد علی شرقپوری (نائب صدر یارکشائر)، صاحبزادہ حماد رضا قادری (نائب صدر ویسٹ مڈلینڈ)، صاحبزادہ حافظ فضل محمد قادری، ڈاکٹر مفتی مصطفیٰ رضا بیگ قادری، صاحبزادہ شفقات احمد شاہ،

ایڈووکیٹ صاحبزادہ حسیب حسین شاہ (نائب صدر ایسٹ مڈ لینڈ)، مولانا قاضی نویدالرحمٰن قادری (نائب صدر لنکاشائر)، مولانا حافظ غلام مسعود نقشبندی، مولانا حافظ محمد عارف صدیقی، مولانا حافظ جہانگیر قادری، مولانا خورشید القادری، حافظ ظفر اقبال قادری و جملہ اراکین نے: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بھانجے محمد عدنان جاوید (ڈائریکٹر فنانس تحریک منہاج القرآن) کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی اللہ تعالی مرحوم کی کلی بخشش فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرکزی جماعت اہلسنت یوکے اینڈ اورسیز ٹرسٹ کا اظہار تعزیت

مرکزی جماعت اہلسنت یوکے اینڈ اورسیز ٹرسٹ کے مرکزی قائدین برطانیہ و یورپ کے ممتاز علمائے کرام مشائخ عظام علامہ ڈاکٹر مفکر اسلام پیر سید عبدالقادر گیلانی، علامہ پروفیسر سید احمد حسین ترمذی، علامہ قاضی عبدالعزیز چشتی، پیر سید صابر حسین گیلانی، علامہ صاحبزادہ سید مظہر حسین گیلانی، علامہ برکات احمد صاحب چشتی، علامہ مفتی عبدالرحمٰن نقشبندی، علامہ مفتی محمد خان قادری، علامہ صاحب زادہ محمد رفیق چشتی، علامہ حافظ نذیر احمد مہروی، علامہ حافظ محمد فاروق چشتی، علامہ قاری واجد حسین چشتی، علامہ قاری تجمل حسین، علامہ قاضی عبدالرشید چشتی، علامہ ساجد لطیف قادری، الحاج خلیفہ عبدالرحمان قادری، صاحبزادہ علامہ زین العابدین، علامہ صاحبزادہ سید حیدر شاہ، علامہ صاحبزادہ قاضی ضیاء المصطفیٰ چشتی، علامہ حسنات احمد چشتی، علامہ حافظ محمد افضل چشتی، علامہ حافظ شاہ محمد چشتی، علامہ انعام الحق قادری، حافظ اشتیاق حسین قادری، مولانا قاری محمد کامران، مولانا نثار احمد قادری نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے بھانجے محمد عدنان جاوید (ڈائریکٹر فنانس تحریک منہاج القرآن) کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالی مرحوم کی بخشش فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔

قائدین جماعت اہل سنت کا اظہار تعزیت

جماعت اہل سنت، برطانیہ کے سرپرست اعلی، علامہ حافظ نیاز احمد صدیقی، علامہ مفتی برکات احمد چشتی، علامہ حافظ محمد شفیق جماعتی، علامہ مفتی محمد حسین بندیالوی، علامہ مفتی عبدالکریم جماعتی، علامہ مفتی صفی احمد رضوی، علامہ پیر احمد زمان جماعتی، علامہ مفتی محمد نذیر نقشبندی، علامہ مفتی محمد امجد صدیقی، علامہ خواجہ ارشاد احمد رضوی، علامہ عاطف جبار حیدری، علامہ ریاض احمد قادری، علامہ جنید عالم قادری، پروفیسر محمد اعجاز صدیقی، امام محمد حسنین رضا صدیقی، علامہ ضیاء الاسلام ہزاروی، علامہ منور حسین نقشبندی، علامہ حافظ محمد فاروق چشتی، علامہ حافظ محمد امین قادری، علامہ قاری محمد نذیر مہروی، علامہ قاری ریاست علی قادری، علامہ قاری فخر الزمان نقشبندی، علامہ قاری واجد حسین چشتی، علامہ قاری اعجاز صاحب، علامہ قاری اکرام الحق نقشبندی علامہ قاری محمد امین چشتی، علامہ حسن اختر الازہری، خلیفہ عابد حسین نقشبندی، علامہ حافظ عبدالرزاق نقشبندی، علامہ خلیفہ اخلاق مبارک، قاری حافظ محمد رفیق سیالوی، قاری حافظ فیصل جاوید چشتی، علامہ محمد نعیم طارق، علامہ احمد سعید الوری، علامہ اشفاق عالم قادری، حافظ قاری منیر احمد نقشبندی، صاحبزادہ محمد آصف رضا یوسفی، علامہ پروفیسر شبراز، علامہ سید محمد طاہر اویسی، قاری حافظ رضاء المصطفی چشتی، علامہ قاری فیصل جاوید چشتی، علامہ حافظ محمد اکمل قادری، علامہ حافظ اسد حسین قادری، علامہ حافظ محمد رفاقت عدیل، علامہ حافظ محمد یوسف، قاری شاہ محمد نوری، ڈاکٹر حبیب احمد پیرزادہ، علامہ مظہر ھاشمی، حافظ وحید محمود، علامہ مفتی محمد قاسم ضیاء، امام سید وقار حسین شاہ، علامہ سید نور احمد شاہ کاظمی، صاحبزادہ سید فرید احمد شاہ، علامہ حبیب المالک قادری اور دیگر نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے بھانجے کی وفات پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے میں مرحوم عدنان جاوید کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

❁❁❁❁❁

ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں

قرآن ابلاغِ مبین کا حکم دیتا ہے، ابلاغِ صدق پیغمبرانہ صفت ہے

معاشرتی تخریب و تعمیر میں میڈیا کو مرکزی حیثیت حاصل ہے

ڈاکٹر محمد نعیم انور نعمانی

میڈیا کو معاشرے میں ایک بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ابلاغ اگر صدق پر مبنی ہوگا تو معاشرے میں اچھی اقدار کو فروغ اور استحکام ملے گا اور معاشرہ ایک مثبت سمت آگے بڑھتا جائے گا۔ اگر ابلاغ میں کذب ہوگا یا اس پر کذب کا غلبہ ہوگا تو معاشرے میں ہر طرف نفرت، انتشار، بے چینی اور پریشانی کا ماحول پیدا ہوگا۔

ابلاغِ صدق کا عمل پیغمبرانہ روش، سنت اور طریق ہے۔ جیسے معلمیت و معلم کا پیشہ سنتِ رسول ﷺ ہے اسی طرح ابلاغِ کامل اور ابلاغِ صدق بھی سنتِ رسول ﷺ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی سب سے بڑی ذمہ داری ابلاغ صدق ہے، جسے وہ اپنے اپنے عہد میں نبھاتے رہے ہیں، ارشاد فرمایا:

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ.

''پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول (ﷺ) پر صرف (اَحکام کا) واضح طور پر پہنچا دینا ہی ہے (اور وہ یہ فریضہ ادا فرما چکے ہیں)''۔ (المائدہ، ۵:۹۲)

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ قرآن فقط ''ابلاغ'' کی بات نہیں بلکہ ''ابلاغِ مبین'' کی بات کرتا ہے۔ ایسا ابلاغ کہ جس کے بعد کسی اور ابلاغ کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ کسی حقیقت کو اس طرح واضح کرنا کہ کوئی فرد اس حقیقت کو جھٹلا نہ سکے۔ وہ ابلاغ اپنے اندر ایک واضح حقیقت رکھتا ہو اور انسانی عقول کو سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی ارواح کو بھی منور کرے۔

گویا ''ابلاغِ مبین'' سے معاشرے کے افراد کے اقوال و اعمال کی اصلاح ہوتی ہے۔

عصرِ حاضر میں معاشرے کی تعمیر اور تخریب میں میڈیا کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ میڈیا اگر لوگوں کو شعور دے تو لوگ باشعور ہوں گے۔۔۔ اگر لوگوں کو معاشرتی خرابیوں سے آگاہ کرے گا تو لوگ ان معاشرتی برائیوں سے اجتناب کریں گے۔۔۔ اگر لوگوں کو تعلیم دے گا تو لوگ تعلیم یافتہ اور مہذب ہوں گے۔ اسی طرح اگر میڈیا منفی کردار ادا کرے گا، قاتلوں اور ظالموں کو تحفظ دے گا تو قتل و غارت گری اور ظلم و ستم کا خاتمہ نہ ہوگا۔

میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ حق و صداقت کی نشانی بنیں، کسی کا خوف و خطرہ اور کسی کی مزاحمت و ملامت ان کو حق کے اظہار سے نہ روک سکے۔ اس لیے مومنین کی پہچان ہی یہ ہوتی ہے کہ

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ. (المائدہ، ۵:۵۴)

''وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوتے''۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ذیل میں میڈیا کی دینی اور قومی ذمہ داریوں کو بیان کیا جا رہا ہے:

۱۔ میڈیا کا کردار شعور و آگہی فراہم کرنا

میڈیا کا کام راستہ دکھانا ہے۔ صحیح بات کو پہنچانا ہے، انسانی ذہن تک حقیقت کا ابلاغ کرنا ہے۔ یعنی خبر کے پس پردہ کوئی قوت اس خبر کی ''خبریت'' پر اثر انداز نہ ہو سکے اور اس خبر کو اپنے مفادات کے لیے استعمال نہ کر سکے۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور

اس حوالے سے سورۃ الدہر سے ہمیں راہنمائی ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا. اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا. (الدهر، ۷۶:۲،۳)

’’پس ہم نے اسے (ترتیب سے) سننے والا (پھر) دیکھنے والا بنایا ہے۔ بے شک ہم نے اسے (حق و باطل میں تمیز کرنے کے لیے شعور و بصیرت کی) راہ بھی دکھا دی، (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو جائے یا ناشکر گزار رہے‘‘۔

ان آیاتِ کریمہ کے ذریعے ہمیں میڈیا کے کردار کے حوالے سے یہ راہنمائی میسر آتی ہے کہ میڈیا کا کام ’’انا هدینه السبیل‘‘ سے مزیّن ہو۔ یعنی سیدھے راستے کی جانب راہنمائی فراہم کرنا، صحیح موقف سے آگاہ کرنا، حقیقت امر سے باخبر رکھنا اور حق و سچ سے آگاہ کرنا میڈیا کی ذمہ داری ہے۔

میڈیا ہر بات اس طرح لوگوں تک پہنچائے کہ وہ ’’سمیعا‘‘ سننے کے قابل ہو، ’’بصیرا‘‘ دیکھے جانے کے لائق ہو۔ قطع نظر اس کے کہ اس خبر کو سن کر یا دیکھ کر کون کیا رائے قائم کرتا ہے؟ کیا وہ خبر کا حمایتی ہوتا ہے یا اس کے مخالف ہوتا ہے؟ میڈیا کا یہ مطمع نظر نہ ہو۔ کسی کو کسی بات کے موافق و مخالف بنانے سے میڈیا اپنی غیر جانبدارانہ حیثیت کھو دے گا۔

اگر میڈیا کے کسی بھی شخص کا ارادہ کسی کی پگڑی و عزت کو اچھالنا ہوگا، کسی کی کردار کشی کرنا ہوگی اور کسی کے مال و زر سے اپنی زبان کو سیاہ و متلذذ کرنا ہوگا اور اپنے منصب کا ناجائز استعمال کرنا ہوگا تو ایسا شخص زیادہ دیر تک اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوگا، اس لیے کہ بالآخر فتح سچ اور حق کی ہی ہوتی ہے۔ جب کردار کشی کا گرد اور غبار چھٹے گا تو اس میڈیا پرسن کا چہرہ بھی اپنی حقیقت کے ساتھ بے نقاب ہوجائے گا اور اس عمل سے سوائے ذلت اور حقارت کے اسے کچھ میسر نہ آئے گا۔

۲۔ فاسق کی خبر سے اعراض

وہ شخص جو فسق و فجور کی طرف راغب ہو اور جس کا مزاج صلح پسندی کی بجائے شرارت پسندی کا ہو تو ایسے شخص کی خبر پر دھیان نہیں دینا چاہیے، جب تک کہ اس کی خبر کی تائید و تصدیق مصدقہ ذرائع سے نہ ہوجائے۔ اس لیے کہ ایسے شخص کی خبر اپنے اندر شرمساری و خجالت کے ہزاروں امکانات لیے ہوئے ہوتی ہے۔ اس بنا پر فاسق کی خبر ہمیشہ غیر معتبر اور غیر مستند رہی ہے۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ.

(الحجرات، ۴۹:۶)

’’اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق (شخص) کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی میں (ناحق) تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ‘‘۔

یہ آیت کریمہ میڈیا کے کردار کے حوالے سے بنیادی راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اگر اس آیتِ کریمہ کو ہم اپنے عصری ابلاغی کرداروں پر منطبق کریں تو راہنمائی کا ایک بہت بڑا ذریعہ میسر آتا ہے۔ ہمارے سامنے ظاہر ہونے والا مخبر اگر اپنے اندر کردارِ کذب کا غلبہ رکھتا ہے تو ایسا شخص ’’فاسق‘‘ کہلائے گا لہٰذا اب وہ جو نئی خبر دے رہا ہے، اس خبر کو کریدنا اور تفتیش حال کرنا، اس کا کھوج لگانا اور اس کی حقیقت کو جاننا ضروری ہے۔ اگر اس کی خبر کو اس عمل میں نہ ڈھالا گیا تو پھر لاعلمی اور بے خبری کی بنا پر نقصان کا خطرہ اور ندامت کا اندیشہ ضرور ہے۔ اس لیے میڈیا کی وہی خبر معتبر اور مستند ہے جو چھان بین اور تفتیش و تحقیق کے عمل سے گزر کر آئی ہے۔ جہاں یہ عمل نہیں ہوتا وہاں نقصان و خسارہ کا اندیشہ بہت زیادہ ہوجاتا ہے۔

۳۔ میڈیا اور اصلاحِ معاشرہ

میڈیا کی سب سے بڑی ذمہ داری معاشرے کی ترقی اور اصلاح ہے۔ معاشرتی اور انسانی اقدار کا تحفظ اور ان کا شعور دینا میڈیا کی ذمہ داری ہے۔ مسلم معاشرے میں جو ذمہ داری ایک ایک فرد کی ہے، وہ اجتماعی صورت میں میڈیا کی ہے۔ اس ذمہ داری کا ذکر قرآن مجید نے یوں کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا.

’’اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو

اُن کے درمیان صلح کرادیا کرو''۔ (الحجرات، ۹:۴۹)

اسی طرح ایک مسلم کے کردارِ اصلاح کو اگلی آیت کریمہ میں یوں واضح کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الحجرات،۱۰:۴۹)

''بات یہی ہے کہ (سب) اہلِ ایمان (آپس میں) بھائی ہیں۔ سوتم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔

جب ایک مسلمان مصلح بنتا ہے تو دوسروں کی ہمدردیاں اپنے ساتھ پاتا ہے، ان کی نظروں میں انسانیت کا خیر خواہ بنتا ہے اور ان کے دلوں میں عزت وعظمت کا باعث بنتا ہے جبکہ وہی مسلمان جب اس کردار کو ترک کردیتا ہے اور معاشرے کے لیے ''مفسد'' بن جاتا ہے تو لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ اسی کردار کو اجتماعی صورت میں میڈیا میں دیکھنا چاہتا ہے۔ میڈیا کی ذمہ داری لوگوں کے ذہنوں کو سنوارنا ہے۔ لوگوں تک غلط اور بے بنیاد خبریں پہنچا کر ان کے اذہان کو بگاڑنا میڈیا کی ذمہ داریوں کے برعکس ہے۔ میڈیا کی ذمہ داری ٹھوس حقائق کا اظہار کرنا ہے جن کے ذریعے لوگوں کی سوچ وفکر، قول وعمل اور عادت و رویے سنور جائیں۔

۴۔ میڈیا ظالم کا نہیں مظلوم کا خیر خواہ ہو

ظالم اپنی قوت کے نشے میں مخمور ہوتا ہے، اسے اپنی طاقت پر گھمنڈ ہوتا ہے، وہ اپنے اثر و رسوخ پر ناز کرتا ہے، خود کو قانون سے بالا دست محسوس کرتا ہے، قانون کو اپنی لونڈی و کنیز کی صورت میں دیکھتا ہے اور اپنی مرضی کو قانون بناتا ہے۔ یوں ناروا قوت و طاقت کا اظہار کرتے ہوئے کمزور شخص پر ظلم کے پہاڑ گراتا ہے۔

میڈیا کا کردار ظالم کے ظلم کو مٹانا ہے، ظالم کو اس کے ظلم سے روکنا ہے، مظلوم کا ساتھ دینا ہے اور ظالم کو بے دست و پا کرنا ہے۔ حتی کہ ظالم خود اپنے ظلم سے باز آجائے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انصر اخاك ظالما او مظلوما. فقال رجل: يارسول الله! انصره اذا كان مظلوما، ارايت ان كان ظالما كيف انصره؟ قال تمنعه من الظلم فان ذلك نصره. (صحيح بخاری، كتاب الاكراه، باب يمين الرجل لصاحبه، ج٦، ص ٢٥٥، رقم ٦٥٥٢)

''اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہے، خواہ وہ مظلوم ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہو تب میں اس کی مدد کروں لیکن مجھے یہ بتائیے کہ جب وہ ظالم ہو تو مَیں اس کی مدد کیسے کروں؟ فرمایا: اسے ظلم سے باز رکھو، کیونکہ یہ بھی اس کی مدد ہے''۔

اگر آج معاشرے کی سب سے بڑی طاقتور آواز اور معاشرے کی سب سے بڑی قوت میڈیا مظلوم کا ساتھی نہ بنے اور مظلوم کے ساتھ کھڑا نہ ہو، بلکہ ظالم کا ساتھ دے اور اس کے ظلم سے مرعوب ہوجائے، اس کے حربوں اور حملوں سے ڈر جائے، اس کے خلاف آواز بلند نہ کرے اور اس کے خلاف کسی بھی صدائے احتجاج کو منظرِ عام پر نہ آنے دے تو ایسی صورت میں میڈیا اپنے بنیادی فرض کو ترک کرکے ظالم کا ساتھی بن جائے گا، جس کے باعث لوگوں کا اس سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

میڈیا کا کام حق کو سربلند کرنا اور باطل کو سرنگوں کرنا ہے مگر اس عمل میں بہت محتاط ہونے کی ضرورت ہے تاکہ کوئی غلط فیصلہ نہ کیا جاسکے۔

۵۔ میڈیا کی ذمہ داری، کردارکشی اور پگڑی اچھالنا نہیں

میڈیا پر لوگ اعتبار کرتے ہیں، اس کی دی جانے والی معلومات پر بھروسہ کرتے ہیں، اسے مصدقہ اور ثقہ خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا میڈیا کی خبروں میں کسی قسم کا شک و ریب نہیں ہونا چاہیے۔ میڈیا کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ لوگوں کی تضحیک کرے، ان کا تمسخر اور استہزاء اڑائے، ان کی کردارکشی کرے اور ان کی پگڑیاں اچھالے اور ان پر طعنہ زنی کرے۔

غرضیکہ ہر منفی کام، میڈیا کا اپنی ذمہ داریوں سے تجاوز ہے اور ہر مثبت کام میڈیا کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ منفی اقدار کا قلع قمع کرنا میڈیا کا فرض اور مثبت تصورات کو فروغ دینا میڈیا کی شناخت ہے۔ میڈیا کے اس کردار کے حوالے سے راہنمائی

ہمیں قرآن مجید سے یوں میسر آئی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓی اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ج وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ط بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ج وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات، ۴۹:۱۱)

’’اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں اُن (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں، اور نہ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں‘‘۔

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلامی معاشرے کا کوئی بھی فرد انفرادی اور اجتماعی صورت میں کسی بھی شخص کو بلا وجہ تضحیک و تمسخر کا نشانہ نہ بنائے، خواہ مخواہ کسی کا استہزاء نہ کیا جائے، کسی کے کردار کو غیر مصدّقہ اطلاعات کی بنا پر داغدار نہ کیا جائے، بے بنیاد الزام تراشی نہ کی جائے، طعنہ زنی سے اجتناب کیا جائے، کسی کو بے عزت کرنے کا ارتکاب نہ کیا جائے، اپنی زبان کو شائستہ اور مہذب رکھا جائے، زبان کو گالی گلوچ سے بچایا جائے، برے القابات اور برے ناموں سے احتراز کیا جائے، حق کا اظہار کیا جائے اور گناہ اور ظلم کو ہر صورت سے روکا جائے۔ یہی کردار مسلم معاشرہ اور معاشرتی اداروں کا ہے۔

۶۔ میڈیا کسی سازش کا شکار نہ ہو

سازش ہمیشہ بدگمانی اور جھوٹ سے وجود پاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہمیں ان دونوں چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا. (الحجرات، ۴۹:۱۲)

’’اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو‘‘۔

سازش کی بنیاد ظن اور تجسس ہے۔ بدگمانی اور عیب جوئی کا عمل انسان میں مسلسل بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ انسان، حدود و قیود کو بھی بھول جاتا ہے۔ رازوں کی جستجو اور دوسروں کے عیبوں سے آگہی کی تڑپ نہ صرف انسان کو رسوا کردیتی ہے بلکہ دشمنی و عداوت کی بنیادوں کو مستحکم کرتی ہے اور نفرت و کدورت کے الاؤ کو بھڑکاتی ہے۔ اس عمل میں جھوٹ کی آمیزش ہوجائے تو سازش اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔ جھوٹ خواہ کسی فرد کی زندگی میں آئے یا کسی ادارے و شعبے کی شناخت میں آئے، اس کا انجام تباہی و بربادی ہے۔ جھوٹ نہ اللہ کو پسند ہے اور نہ اللہ کی مخلوق کو۔ اسی لیے جھوٹے شخص پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللهِ عَلَی الْكٰذِبِیْنَ. (آل عمران، ۳:۶۱)

’’جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجتے ہیں‘‘۔

میڈیا اگر جھوٹ جیسی اخلاقی برائی کو اپنی صفوں سے دور کرلے تو اسے معاشرے میں وہ وقعت اور عظمت میسر آسکتی ہے جو اس کی پہچان ہے اور جو اس کا حق ہے۔

خلاصۂ کلام

میڈیا کو اپنا ایسا کردار معاشرے میں متعارف کرانا ہے جو ہر ہر شخص کے جذبات، احساسات اور خیالات کی عکاسی کرے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار بھی ہو۔ میڈیا ریاست کا بھی وفادار ہو اور آئین و دستور کا بھی پابند ہو۔۔۔ حتی کہ اسلام کی آفاقی تعلیمات کا بھی ترجمان ہو۔۔۔ میڈیا ملک و وطن کی ساری اکائیوں کی وحدت کی علامت ہو۔۔۔ قوم کی اعلیٰ روایات کا امین ہو اور قوم کی ارفع اقدار کا محافظ بھی ہو۔۔۔ میڈیا کا کردار غیر جانبدارانہ اور مصلحانہ ہو۔۔۔ اس کے کردار میں معلمانہ اور منصفانہ پہلو غالب نظر آئے۔۔۔ حق شناسی اس کا شعار اور باطل شکنی اس کی پہچان ہو۔۔۔ یہی وہ میڈیا ہے جو ہر ایک انسان اور مسلمان کے دل کی آواز ہے اور اپنے ہر سننے، پڑھنے اور دیکھنے والے کے احساسات و جذبات کا ترجمان ہے۔ ان تمام تقاضوں پر ہر دور

"یکتائے روزگار، شب زندہ دار، پیکر زہد و ورع"
فرید ملت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ

عرس مبارک کی مناسبت سے پروقار تقریب کا اہتمام

رپورٹ: علامہ عبدالقدیر قادری (ڈائریکٹر دارالعلوم فریدیہ قادریہ جھنگ)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے والد گرامی مردِ قلندر، یکتائے روزگار، شب زندہ دار، کشتۂ عشق رسول ﷺ، پیکر زہد و ورع، حکیم الامت، محسن دین و ملت فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کے سالانہ عرس مبارک کی مناسبت سے 16 شوال (20 جون 2019ء) کو نہایت ادب و احترام اور تزک و احتشام کے ساتھ تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز قرآن خوانی سے ہوا اور یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا۔

مرکزی سیکرٹریٹ تحریک منہاج القرآن لاہور سے محترم جواد حامد کی قیادت میں آنے والا قافلۂ فرید ملت نے عرس مبارک کی تقریبات میں خصوصی شرکت کی۔ بعد نماز مغرب رسم چادر پوشی کی سعادت حاصل کی گئی۔ مزار اقدس حضرت مولانا رومؒ (ترکی) کے متولی حضرت بابا آتش با زولیؒ جو کہ فرید ملت کے دوست تھے، ان کی اہلیہ کی طرف سے خصوصی طور پر پیش کی جانے والی چادر مزار اقدس پر ڈالی گئی۔ تلاوت، نعت اور فاتحہ خوانی کے بعد محترم پیر غلام حسین شاہ اویسی نقشبندی آف جڑانوالہ (صدر منہاج القرآن علماء و مشائخ کونسل) نے دعا فرمائی۔

مرکزی تقریب بعد از نمازِ عشاء منعقد ہوئی۔ حافظ محمد شکیل قادری نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ قاری خالد حمید کاظمی الازہری نے تلاوت اور قاری منیر احمد سلطانی (جھنگ)، منہاج نعت کونسل (لاہور)، غلام فرید چشتی اور صابر کمال وٹو نے بارگاہ سرورِ کونین ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔

اس تقریب میں منہاج ٹی وی کی لائیو کوریج کے ذریعے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بھی شرکت فرمائی۔ محفل کے ابتدائی حصہ میں شیخ الاسلام نے ٹیلی فونک گفتگو میں تمام مرکزی قائدین، مہمانان گرامی قدر اور دور و نزدیک سے تشریف لانے والے تمام حاضرین کو خوش آمدید کہا اور حضور علیہ السلام کی نسبت میں پختگی، فیضان غوثیت مآبؒ اور درگاہ فرید ملتؒ سے سب کے مالا مال ہونے کی دعا فرمائی۔

اس پروگرام میں محترم حضرت علامہ سید ہدایت رسول شاہ (امیر تحریک فیصل آباد) نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں قرآن و حدیث کے دلائل سے معمور خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اللہ جن بندوں کو اپنے علم، حلم کی نعمتوں سے سجاتا، نوازتا اور ممتاز کرتا ہے اور وہ بندے جب اللہ کے دین اور بنی نوع انسان کی خدمت کیلئے کام آتے ہیں اور ایک خلقت ان سے فیض پاتی ہے تو اس پر ان بندوں کا شکر ادا کرنا درحقیقت اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

انسانیت کی تذلیل اور اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی توہین شرک سے بھی بدتر ہے۔ اللہ شرک کو تو معاف کر سکتا ہے مگر عظمتِ انسانیت کی تحقیر پر اس کے ہاں کوئی معافی نہیں۔ ارض و سماء کا پہلا جہنمی شیطان ہے جو شرک پر جہنمی نہیں بنا اور نہ ہی کسی اور گناہِ کبیرہ پر جہنم کا ایندھن بنا بلکہ اس کا گناہ آدم کی حرمت وفضیلت کے اعتراف سے انحراف تھا۔ شیطان نے شرک نہیں کیا تھا اور نہ ہی کوئی متبادل خدا تخلیق کیا اور نہ ہی خود خدائی کا دعویٰ کیا بلکہ آدم کو سجدہ کرنے کے حکم سے انکار کے بعد بھی شیطان نے اللہ سے کہا تھا کہ تیری عزت کی قسم! میں انہیں بھٹکاؤں گا۔ یعنی سجدے سے انکار پر بھی شیطان نے اللہ کو واحد جانا، اس کی عزت کی قسم کھائی، اس کے جلال اور کمال کو تسلیم کیا۔ اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے عظمتِ انسانیت کا اعتراف کرنے سے انکار کیا اور جہاں عظمت انسانیت سے

انکار ہو جائے وہاں لاکھوں سجدے اور لاکھوں سالوں کی عبادت بھی بے کار ہو جاتی ہے۔

اللہ کی رحمتیں انسانوں سے جڑی ہوتی ہیں، جہاں انسانیت ہوگی وہاں اللہ کی رحمت ہوگی۔ وہاں نہ دن دیکھا جاتا ہے اور نہ رات بلکہ ہر وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے چاہنے والے اس مرد قلندر کی صحبت میں چند لمحے گزارنا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ جہاں رات اور دن کی کسی بھی ساعت میں آنے والا بھوکا نہیں رہتا۔ جبکہ کسی دنیا دار بادشاہ کی آخری آرام گاہ پر صورتِ حال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ دنیا میں کسی بھی جگہ پر اہل اللہ کے مزار پر چلے جائیں وہاں اللہ کی رحمتوں کے آثار نظر آئیں گے کیونکہ اللہ کی رحمتیں انسانیت کے دم قدم سے ہیں، اس کی رحمتیں اللہ والوں کیلئے ہیں۔ جو بندے اللہ کا شکرادا کرتے ہیں وہ اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں اور پھر اللہ ان کے ذکر کو معدوم نہیں ہونے دیتا۔ اس لیے بندوں کا شکر ادا کیا کریں، بطور خاص وہ بندے جو اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں اور اس کے محبوب کے پرچم کو تھام لیتے ہیں۔

اس لیے آج ہم اس مرد خدا فرید ملت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کے عرس میں شریک ہیں اور شکریہ ادا کرنے کیلئے جمع ہیں کہ ان کی وجہ سے اللہ نے ہمیں ایک ایسا رہبر عطا فرمایا جسے دنیا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے نام سے جانتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ نے غلاف کعبہ کو تھام کر یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ مجھے ایک ایسا فرزند عطا کر جو تیرے محبوب کے دین کے پرچم کو پوری دنیا میں لہرائے۔ انہوں نے اولاد اپنے لیے نہ مانگی بلکہ مطمع نظر امت مسلمہ کیلئے ایک ایسا فرزند طلب کرنا تھا جو اسے عروج و کمال عطا کرے۔ پھر کیوں نہ ایسی ہستی کا شکر ادا کریں کہ جس کے طفیل ہمیں مجدد رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی نعمت عطا ہوئی جنہوں نے جھنگ کی سرزمین سے اٹھ کر عالم عرب و عجم میں منہاج القرآن کے ادارے قائم کر کے اسلام کی روشنی قریہ قریہ تک پہنچائی اور آج ان کا نام ہر مذہب اور مسلک کیلئے قابل احترام ہے۔ کیونکہ وہ اسلام کا وہ پیغام عام کررہے ہیں جو امن، محبت، سلامتی سے متعلق ہے اور جو بھی امن اور محبت کی بات کرے گا، وہ اپنے اور پرایوں کیلئے قابل احترام ٹھہرے گا۔

محترم علامہ سید ہدایت رسول شاہ کے خطاب کے فوراً بعد شیخ الاسلام نے دوبارہ کمال شفقت ومحبت کا مظاہر فرماتے ہوئے ٹیلی فونک گفتگو فرمائی اور نہایت ہی شاندار اور خوبصورت خطاب کرنے پر محترم سید ہدایت رسول شاہ صاحب کو خصوصی مبارکباد دی اور انہیں عظیم مشن کے ماتھے کا جھومر قرار دیتے ہوئے اپنا علمی وارث قرار دیا۔ علاوہ ازیں تقریب کے انتظام و انصرام کرنے پر مقامی انتظامیہ اور محترم جواد حامد کو بھی مبارکباد سے نوازا۔

عرس کی تقریب سے تحریک منہاج القرآن کے نائب ناظم اعلیٰ کوآرڈینیشن انجینئر محمد رفیق نجم نے بھی خطاب کیا اور حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔

تقریب کے آخر میں شہزاد برادران نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں قوالی پیش کی اور کئی عارفانہ کلام پیش کیے۔ محفل سماع کے اختتام پر حضرت فرید ملتؒ اور تمام امت مسلمہ کی بارگاہ میں طلبہ و طالبات دارالعلوم فریدیہ قادریہ جھنگ اور تمام محبین ومتوسلین کی طرف سے لاتعداد قرآن پاک، ذکر و اذکار، درود وسلام کے ثواب کے تحفے پیش کیے گئے۔ محترم سید ہدایت رسول شاہ صاحب نے خصوصی دعا فرمائی۔ اس موقع پر متولی دربار فرید ملت و دارالعلوم فریدیہ قادریہ جھنگ محترم الحاج صاحبزادہ صبغت اللہ قادری کی والدہ محترمہ کی صحتیابی کے لیے خصوصی دعا کی گئی۔

عرس مبارک کی تقریبات میں محترم فیاض احمد وڑائچ، محترم محمد رفیق نجم، محترم علامہ رانا محمد ادریس قادری، محترم ایاز محمود لاشاری (ایڈمنسٹریٹر اوقاف فیصل آباد)، محترم راجہ زاہد محمود، محترم جواد حامد، محترم نوراللہ صدیقی، محترم شہزاد رسول قادری، محترم حاجی محمد اسحاق، محترم ثاقب بھٹی، محترم الطاف رندھاوا، محترم محمد سعید اختر، محترم حافظ غلام فرید، محترم سہیل احمد رضا، محترم قاضی فیض الاسلام اور جھنگ، رحیم یار خان، جڑانوالہ، ملتان، گوجرانوالہ، چنیوٹ، بھوآنہ، لالیاں، گوجرہ، سرگودھا اور دیگر کئی شہروں سے کثیر تعداد میں وابستگان تحریک منہاج القرآن اور محبین حضرت فرید ملتؒ نے شرکت کی۔ عرس مبارک کی تقریبات کے جملہ انتظامات ڈائریکٹر دارالعلوم فریدیہ قادریہ علامہ عبدالقدیر قادری کی زیرنگرانی سرانجام پائے۔ ❁❁❁❁❁

مرکزی سیکرٹریٹ پر منعقدہ تعزیتی ریفرنس بیاد محترم محمد عدنان جاوید سے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
اور دیگر قائدین اظہارِ خیال کرتے ہوئے

منہاج یونیورسٹی لاہور میں منعقدہ تعزیتی تقریب میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری دعا فرما رہے ہیں۔

محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری منہاج القرآن اسلامک سنٹر میلبورن (آسٹریلیا) میں
محترم محمد عدنان جاوید کے ایصال ثواب کیلئے منعقدہ تقریب میں خطاب فرما رہے ہیں

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN AUG-2019
LAHORE
Regd CPL No.41

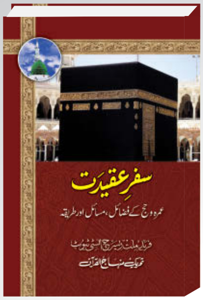

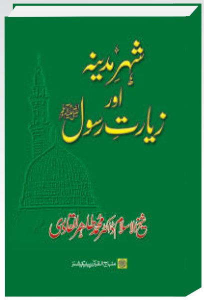

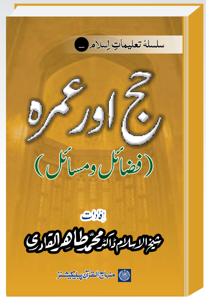

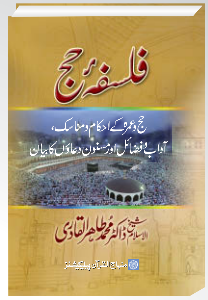

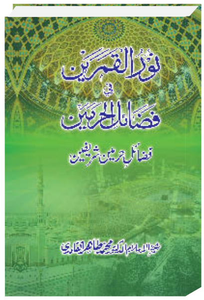

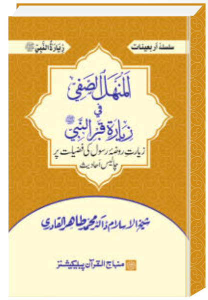

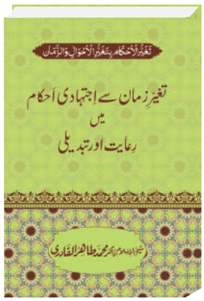

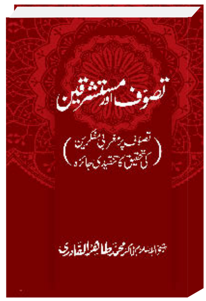

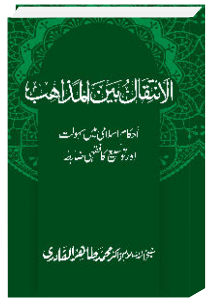

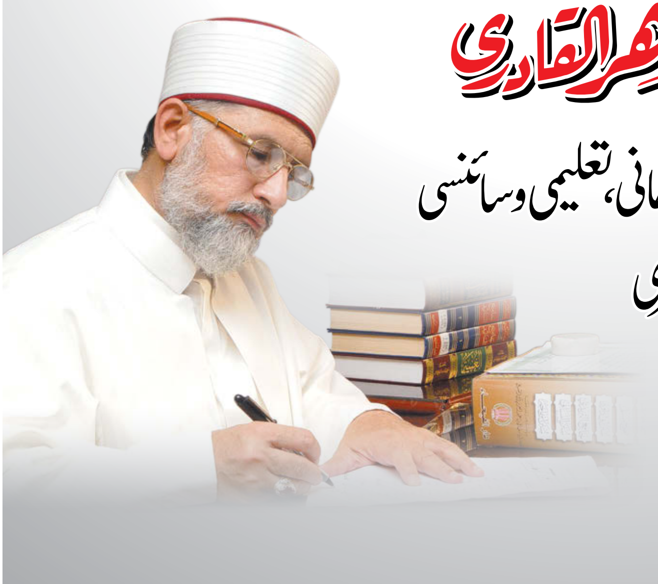

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی
فقہی و قانونی، انقلابی و فکری اور عصری
موضوعات پر 550
سے زائد کتب